خبرنامہ

صوت الاسلام کراچی

3

مجلس صوت الاسلام کا ایک اور انقلابی اقدام

کلیۃ العلوم الاسلامیہ کا قیام

سوشیالوجی (معاشرے کا تقابلی وارتقائی مطالعہ وادراک)

لینگویج کورسز | **تالیف وتصنیف**

تحقیق وریسرچ | **تربیت علماء کورس**

صحافت کورس

کلیۃ العلوم الاسلامیہ کے زیرِ انتظام کالجز، یونیورسٹیوں کے طلباء اور دینی مدارس کے جدید فضلا کو اسپیشل کورسز کرائے جائیں گے

☆ نوجوان علماء کرام کی حالات حاضرہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ فکری ونظریاتی تربیت

☆ تحقیق وریسرچ کے وسیع مواقع فراہم کرنا ☆ ضرورت کے پیشِ نظر انگلش لینگویج کورسز کرانا

☆ اشاعت دین کی غرض سے وسیع پیمانے پر اسلامی لٹریچر تیار کرنا اور تالیف وتصنیف کے اسلوب سکھانا

☆ میڈیا کی اہمیت کے پیشِ نظر علماء کرام کو الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا کے تمام شعبوں کی بنیادی معلومات اور جملہ اصناف صحافت کی تدریس اور عملی مشق کے مواقع فراہم کئے جائیں گے تاکہ علماء کرام دین اسلام کی دعوت کا فریضہ ہر فورم پر صحیح طریقے سے ادا کرسکیں۔

خبرنامہ

صوت الاسلام

پاکستان

اگست 2008ء

آئینہ مضامین

☆ ملکی سلامتی کے تقاضے	6
☆ حکمت کی اہمیت	8
☆ میڈیا وار اور عالم اسلام	10
☆ آزادی کی پکار	12
☆ امن کا پیغام	15
☆ علماء کی ذمہ داریاں	18
☆ صحافت کیوں ضروری ہے	20
☆ استحکام پاکستان	22
☆ قیام پاکستان میں علماء کا کردار	25
☆ انوکھا سفر	29
☆ تسخیر قلوب کا فن	35
☆ رہنمائی کا عظیم سلسلہ	38

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم ۔امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد محی الدین صاحب

حضرت مولانا عبد الصمد ہالیجوی صاحب

مدیر اعلیٰ

مفتی ابوہریرہ محی الدین

مدیر

مفتی ابوبکر

مدیر منتظم

ابواسامہ فاروقی

برائے رابطہ

E-1/A ایگزیکٹو فلور گلاس ٹاور تین تلوار کلفٹن کراچی

فون : 021- 5639673-4 , 5873321

فیکس : 021- 5639676 , 5873324

القرآن

’’خبردار رہو! شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔ یقیناً ذلیل ترین مخلوقات میں سے ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہو کر رہیں گے۔ یقیناً اللہ زبردست اور زورآور ہے‘‘۔

الحدیث

’’سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو میری طرف سے دین کی باتیں پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت سہی اور جو شخص قصداً میرے اوپر جھوٹ لگائے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے‘‘۔

اسلام اور جمہوریت

اسلام حقیقی سیاسی مساوات کا قائل ہے۔ معاشرے کی تنظیم وتہذیب اور اس کی سیاسی تعبیر وتشکیل میں اس کا ہر فرد اسی طرح اپنا بنیادی حق رکھتا ہے جس طرح معاشرے کی اپنی تشکیل میں ہر فرد کی موجودگی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ معاشرہ افراد سے وجود پذیر ہوتا ہے۔ اس کا تشخص افراد کی اجتماعی زندگی کا مرہون منت ہے، چنانچہ معاشرے کی ہمہ جہتی صورت گری میں افراد کا حق یکساں طور پر مسلم حیثیت رکھتا ہے۔ خاص طور پر معاشرے کے سیاسی تشخص کو ابھارنے میں افراد بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس حوالے سے باہمی تعاون کے سیاسی رخ کو متعین کرنے میں بھی افراد کا کردار بڑا تاریخ ساز ہوتا ہے۔ معاشرے میں اجتماعی اداروں کا اپنا ایک مقام ہوتا ہے اور ان کو صحیح کنٹرول کرنے کا نظام سیاسی اداروں کی مثبت تشکیل پر ہے اور سیاسی اداروں کی مثبت تشکیل اسی وقت ممکن ہے جبکہ معاشرے کے تمام افراد اپنے استصواب رائے سے حکومتی نظام چلانے کا کسی جماعت یا فرد کو مینڈیٹ دیں، یہی وجہ ہے کہ سیاسی اداروں کے انتخاب اور دیگر اجتماعی اداروں کی تشکیل و تنظیم میں معاشرے کے تمام افراد کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ہونا ایک فطری اور بنیادی تقاضہ ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

اس تناظر میں یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ معاشرے پر حکمرانی کرنے والے ادارے عوام کے حقیقی نمائندے اور منتخب ہوں، لوگ انہیں واضح مینڈیٹ دیں کہ وہ ایک مدت کے لیے ہمارے قومی حقوق اور اجتماعی مفادات کے تحفظ کے لیے حکمرانی کریں اور ہمارے حقوق کی ادائیگی کا صحیح بندوبست کریں۔ یوں اسلام ایک ایسی سچی اور حقیقی جمہوریت پر مبنی سیاسی نظام رکھتا ہے کہ جس میں عوام کی اکثریت بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنے حقیقی نمائندوں کو منتخب کرتی ہے، یوں کسی بھی حوالے سے آمریت کی پرچھائیاں اسلام کے سیاسی نظام میں قابل برداشت نہیں ہوتیں۔

حقیقی جمہوریت اسلام کے سیاسی نظام کا ایک ایسا روشن اور سنہری پہلو ہے جو دنیائے انسانیت میں سب سے پہلے اسلام نے ہی متعارف کرایا۔ حکمرانی کا ایسا انداز جس میں کسی جبر کے بغیر معاشرے کا ہر فرد اپنی حقیقی رضامندی سے اپنا حکمران منتخب کرے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی رضامندی اور اپنے انتخاب کا اظہار کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی روشن زندگی کا ایسا لازوال سیاسی رخ ہے جو دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ سے روشن مینار کی حیثیت رکھتا ہے، ایسی حکمرانی جس میں حکمران اور عوام کے درمیان سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق کے حوالے سے کوئی امتیاز باقی نہ رہا اور ہر فرد آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرتا رہا اور حاکم وقت اپنی رائے اور صوابدید کا استعمال نہیں کرتا بلکہ جماعت کے اجتماعی مشورے اور اکثریت کی رائے کا اپنے کو پابند بناتا ہے اور حکومت میں عوام کی شراکت کا کھلے عام اعتراف کرتا ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا جمہوریت ہوگی...؟

مولانا ابوالکلام آزاد

مجلس صوت الاسلام کی طلبہ سرگرمیوں کو عالمی ادارے نے ایشیاء میں تیسرا نمبر قرار دیا ہے

اعـــزاز

5 جون 2008ء کی رات کے آخری پہر کا وہ منظر بھلایا نہیں جا سکتا جو دن کی روشنی کو شرما رہا تھا۔ ہر طرف برقی قمقمے دور تک اُجالے پھیلا رہے تھے۔ جامعہ اسلامیہ کلفٹن کراچی سے ملحقہ وسیع میدان بقعۂ نور بنا ہوا تھا تا حد نگاہ علماء وطلباء اور عامۃ الناس کا جم غفیر تھا، طویل اور خوبصورت اسٹیج پر اکابر علماء، دانشور، معروف صحافی اور تجزیہ نگار ہمہ تن گوش بیٹھے تھے اور نوجوان طلباء مخصوص لباس میں ملبوس ہر ایک اپنی باری پر آتا اور الفاظ کے موتی بکھیر کر اور خطابت کا جادو جگا کر سماں باندھ رہا تھا۔

جی ہاں! یہ مجلس صوت الاسلام پاکستان کے زیرِ انتظام آل کراچی بین المدارس تیسرے سالانہ تقریری مقابلے کی روح پرور تقریب تھی جو بلاشبہ تاریخی، یادگار اور ناقابل فراموش محفل تھی اس تقریب کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ مجلس صوت الاسلام کے چیئرمین نے 2 اعلان کئے پہلا یہ کہ ان شاء اللہ آئندہ سال مجلس صوت الاسلام ''آل پاکستان بین المدارس تقریری مقابلہ'' منعقد کرانے کی سعادت حاصل کرے گی اور دوسرا اعلان یہ کیا گیا کہ علماء وطلباء اور عامۃ الناس کی زبردست دلچسپی اور بھرپور شرکت کے باعث تقریری مقابلوں کی یہ عظیم الشان تقریب آئندہ سال نشتر پارک میں منعقد ہوگی ان دونوں اعلانات کو زبردست پذیرائی حاصل ہوئی اور دینی مدارس کے طلباء میں جوش وخروش پایا گیا۔

مولانا مفتی ابوہریرہ محی الدین کے اعلان کے بعد کراچی کے علاوہ پشاور، راولپنڈی، اسلام آباد، ملتان، لاہور، کوئٹہ، حیدرآباد اور سکھر کے مدارس کے طلباء کی غیر معمولی دلچسپی دیکھنے میں آئی جنہوں نے خطوط اور ٹیلی فون کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور مدارس کے منتظمین نے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا ہے۔ جس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

اس موقع پر مجلس صوت الاسلام کو ملنے والے ایک عظیم الشان ''اعزاز'' کا ذکر بھی بے جا نہ ہوگا کہ براعظم ایشیا میں طلبہ سرگرمیوں کو مانیٹر کرنے اور طلبا کے حقوق کی جنگ لڑنے والے ایک عالمی ادارے نے مجلس صوت الاسلام کی طلبہ سرگرمیوں اور بالخصوص تقریری مقابلوں کی تقاریب کو ایشیا بھر میں ''تیسرے نمبر'' کی طلبہ سرگرمی قرار دیا ہے۔

ایشین ڈی بیٹنگ ویب سائٹ (Asian debating Website) کے نمائندے نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ مجلس صوت الاسلام کی طلباء کیلئے غیر نصابی حوصلہ افزا سرگرمیوں پر مبنی تقریری مقابلوں کا سلسلہ ایشیا میں تیسرے نمبر پر ہے جو ہر سال طلبہ کے درمیان مختلف عالمی نوعیت کے اہم عنوانات پر ڈی بیٹ کرا کر خطیر رقم انعام میں دیتی ہے۔ نمائندہ نے مزید لکھا ہے کہ تین سالوں میں دینی مدارس کے طلباء نے بہت ہی با اعتماد لہجے میں تقاریر کی ہیں اور اہم بات یہ سامنے آئی ہے کہ اس مقابلے کی ججمنٹ کیلئے چاروں صوبوں کے معروف علماء کو مدعو کیا جاتا ہے اور مقابلے میں طلبا کو دیا جانے والا انعام کسی بھی سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی وتنظیمی ادارے کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے۔

قارئین کرام! بلاشبہ یہ دینی مدارس کے طلباء کی حوصلہ افزائی اور معاشرے میں ان کو صحیح مقام دلانے کی جدوجہد ہے جو اللہ کی توفیق سے جاری رہے گی۔ (ان شاء اللہ)

فکر و نظر

ملکی سلامتی کے تقاضے

دردمندانہ اپیل

پوری قوم کو ملک عزیز پاکستان کا 61 واں یوم آزادی مبارک ہو، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ تا قیامت ہماری آزادی اور ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے اور ہماری آئندہ نسلیں آزادی جیسی نعمت عظمیٰ کے ثمرات اور فوائد حاصل کرتی رہیں۔

جشن آزادی کے اس موقع پر اگر ہم اپنے ملک کے حالات کا جائزہ لیں تو حالات کی سنگینی اور مشکلات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے، ہمارے ملک کو کئی اندرونی اور بیرونی چیلنجز کا سامنا ہے اور ہمارا معاشرہ بحران در بحران کی کیفیت میں ہے، گرتی ہوئی معیشت، بڑھتی ہوئی غربت، بے روزگاری کا سیلاب اور روزگار کے کم ہوتے اسباب، توانائی کا خوفناک بحران، مہنگائی کا طوفان، نہ جانے کتنے مصائب اور مشکلات سے ہماری قوم دوچار ہے اور اب تو نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ ہمارے یہاں خاندان کے خاندان اجتماعی خودکشی جیسے بھیانک اور تاریک عمل کو اپنے غموں کا مداوا سمجھنے لگے ہیں اور خودکشی کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، بے یقینی ہمارے نوجوانوں کو مایوسی کی طرف دھکیل رہی ہے اور پھر یہ مایوسی اور غصہ نوجوانوں کو معاشرہ سے انتقام لینے پر مجبور کر رہا ہے، یہ تمام مصائب و مسائل اپنی جگہ لیکن معاشرے کو اس سے بھی بڑے مسائل کا سامنا ہے اور وہ ہیں سیاسی عدم استحکام اور دہشت گردی، ہماری سیاست اس قدر بے یقینی کا شکار ہے کہ نئی حکومت اپنے قیام کے چند ماہ بعد ہی اس طرح کی افواہوں کی زد میں ہے کہ کسی وقت بھی اس حکومت کو ختم کیا جا سکتا ہے اور سیاسی سرکشی ایسی بھیانک صورت اختیار کر گئی کہ ابھی بھی کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی اور ہر طبقہ پریشان ہے اس بے یقینی کی کیفیت میں کیا کسی سرمایہ کاری کی امید کی جا سکتی ہے؟ کیا تاجر برادری کسی نئی انڈسٹری کے قیام کی منصوبہ بندی کر سکتی ہے؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حکومت میں شامل وزرا اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں؟ اس پر ستم یہ کہ ملک بھر میں دہشت گردی کی کارروائیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور ملک کے چاروں اطراف خودکش حملوں کے ظالمانہ طرز عمل کے ذریعے معصوم جانوں کا ضیاع ہو رہا ہے اور ملکی سلامتی پر تشویش بڑھتی چلی جا رہی ہے اور ہمارے قبائلی علاقے اور بلوچستان کے حالات آنے والی بڑی مصیبت کی طرف نشاندہی کر رہے ہیں۔

ان نازک حالات میں سب سے بڑی ذمہ داری سیاستدانوں اور حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے، ہماری حکومت اور سیاسی جماعتوں کو مل بیٹھ کر ایسی حکمت عملی وضع کرنی چاہئے کہ ہمارے سیاسی حالات میں استحکام پیدا ہو اور سیاسی بے یقینی کا خاتمہ ہو۔

اب بھی جمہوری قوتوں سے عوام کی توقعات وابستہ ہیں بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ یہ قوم کی آخری امید ہیں اور ملک میں سیاسی استحکام کا دارومدار ان پارٹیوں کے رویوں پر ہے کہ علیحدگی کے بعد ان کے آپس کے تعلقات کی کیا نوعیت ہوگی، قوم کی یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ یہ دونوں پارٹیاں ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہوئے آپس میں طے پانے والے ''میثاق جمہوریت'' کی پابندی کریں اور ملکی مفادات کو مقدم رکھیں اور ملکی استحکام کو اولیت دیں۔

ملک بھر میں ہونے والے خودکش حملوں نے قیمتی جانوں کے ضیاع کے ساتھ ساتھ ملکی سلامتی کو بھی داؤ پر لگا رکھا ہے، سب سے زیادہ افسوس تو اس بات پر ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل ہونے والے ملک میں اسلام کا نام لیکر ہی بے گناہ اور معصوم انسانوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور اپنے ہی ملک کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے، جس خطے کی آزادی کے لئے ہمارے بزرگوں نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا، آج ہماری جانیں اسی ملک کو نقصان پہنچا رہی ہیں، دہشت گردی کی موجودہ لہر تشویشناک ہے اور حالات اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ ملک کے تمام شعبہ ہائے زندگی اور تمام مکاتب فکر متحد ہو کر اس طرح کی کارروائیوں کی مذمت کریں اور ان مشتعل نوجوانوں کو سمجھانے اور ان کے اشتعال اور غصہ کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے ان دہشت گردی کی کارروائیوں کے بنیادی اسباب میں دین اسلام سے عدم واقفیت بھی ہے، اسلام نے انسان اور انسانیت کو جو احترام دیا ہے اور اسلام میں حقوق العباد کا جو تصور ہے اسے معاشرہ میں عام کرنے کی ضرورت ہے دہشت گردی اور خودکش حملوں کی موجودہ لہر ملک کی سلامتی کے لئے شدید خطرہ ہے اور اس سے قوم میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ بے چینی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، پوری قوم کو ان نازک حالات کا ادراک کرنا چاہئے ان حالات میں ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر ملک اور قوم کے مفادات کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے حالات ہم سے تقاضہ کرتے ہیں کہ ہم ملک عزیز کو اس بحرانی کیفیت سے نکالنے میں اپنا کردار ادا کریں اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے وقف کر دیں۔

اس نازک مرحلے پر علماء کرام کو بھی بھرپور کردار ادا کرنا ہوگا یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اور علما کرام نے قیام پاکستان میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے اب استحکام پاکستان کیلئے بھی مذہبی جماعتوں اور علماء کرام کو کلیدی کردار ادا کرنا ہوگا، بکھری اور بھٹکی ہوئی قوم کو متحد کرنے کیلئے عوامی شعور بیدار کرنا ہوگا، تمام فروعی و مسلکی اختلافات کو ختم کر کے ''ملکی سلامتی'' کو اپنی سرگرمیوں کا محور بنانا ہوگا کیونکہ علماء کرام اور مذہبی طبقہ ہی اس ملک کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کا حقیقی محافظ ہے اگر علماء کرام مثبت سرگرمیوں کے ساتھ میدان میں نہ آئے تو سیکولر طاقتیں ملک کے سیاہ و سفید کی مالک بن جائیں گی۔ لادین طاقتیں شاید یہی چاہتی ہیں کہ عوام کو مذہب اور علماء سے کاٹ دیا جائے، 61 سالہ تاریخ گواہ ہے کہ وہ طبقہ اپنے مقصد میں کامیاب نظر آ رہا ہے مگر اس میں کمزوری علماء کرام کی بھی ہے کہ وہ خود کو معاشرے اور عہد حاصر سے لاتعلق تصور کرتے ہیں اور اس نہج پر کام نہیں ہو رہا جس کا وقت اور حالات تقاضا کر رہے ہیں۔

ہم اس نازک مرحلے پر مذہبی و سیاسی تحریکوں، حکمران اتحاد اور اپوزیشن جماعتوں، قبائل کے لٹے پٹے زخموں سے چور بھائیوں، بلوچستان کے غم خوردہ و دل شکستہ دوستوں، کراچی کے غیور نوجوانوں اور ہر طبقۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے محبّ وطن پاکستانیوں سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ تمام اختلافات، نفرتوں، کدورتوں، دشمنیوں، عداوتوں، علاقائیت و لسانیت اور تمام طرح کے اختلافات کو ختم کر کے ''واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرقوا'' اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں یہی استحکام پاکستان کا تقاضا ہے، نیک نیتی، اخلاص اور جوش و جذبے سے ملک کی تقدیر بدلنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کریں تاکہ ہمارا مستقبل ہمارے حال سے مختلف ہو اور ہمارا ملک کرہ ارض میں ایک مضبوط مستحکم، اسلامی و فلاحی ریاست کے طور پر پہچانا جائے جہاں کے ہر شہری کی جان، مال، عزت و آبرو محفوظ ہو، شاید یہی وہ خواب ہے جو پچھلے 61 سال سے تکمیل کا منتظر ہے آیئے اپنے بزرگوں کے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں ہم سب اپنا کردار ادا کریں۔

دعوت وتبلیغ تحریر وتقریر میں

حکمت وبصیرت کی اہمیت

دعوت وتبلیغ دین اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے' ارشاد واصلاح اس کا مرکزی عمل ہے اور موثر خطابت' دلنشین اسلوب وگفتگو اس دعوت کے ذرائع میں سے ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔ خطابت کا مقصود اگر دعوت دین ہو تو اس میں بہت سی باتوں کا لحاظ ضروری ہو جاتا ہے اچھی دعوت کو اچھے انداز میں پیش کرنا ہی اچھی خطابت ہے۔ رسم اذاں کو روح بلالی کی کتنی ضرورت ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں' خطابت انسان ناطق کا خصوصی شرف ہے جسے دولت بیان' قوت گویائی سے نوازا گیا ہے۔ خطیب کے تلخ الفاظ معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں اور اس کا میٹھا بول آب حیات سے کم نہیں ہوتا۔ اگر الفاظ کے انتخاب میں احتیاط نہ کی جائے اور سلاست لسانی کے بہاؤ میں ٹھہراؤ نہ لایا جائے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر دل زخمی اور ہر انسان آزردہ۔ کیونکہ زبان کا زخم تلوار کی کاٹ سے کم نہیں' نرم بات' کشادہ رو گفتگو' سلجھا ہوا انداز کلام مخاطب کے قلب ونظر کو تسخیر کر لیتا ہے اور حق بات حق طریقے سے حق نیت کے ساتھ کہی جائے تو کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

خطابت اظہار صداقت کا نام ہے مگر بعض اوقات صداقت کی زبان تلخ ہوتی ہے اور اس کا صاف صاف اظہار ضروری نہیں ہوتا اگر کسی انسان کی ایک آنکھ کام نہ کرتی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ اس کے منہ پر ہی اسے کانا کہہ دیا جائے' ہر چند کہ یہ ایک صداقت ہے مگر ساتھ ہی بدتمیزی کا مظاہرہ بھی ہے۔ اس لئے صداقت کا غیر محتاط اظہار بھی ہر وقت مفید نہیں ہوتا۔ گو یہ ثابت ہوا کہ دعوت وتبلیغ، تحر وتقریر میں حکمت بہت ضروری ہے جو ہمارے ہاں دم توڑتی نظر آرہی ہے۔

یہ زمانہ تشدد اور نفرت کا نہیں ترقی یافتہ اور جدید ٹیکنالوجی کے اس دور میں جو بات بھی کی جائے اس میں جب تک نرمی، رواداری اور محبت والفت کا عنصر غالب نہ ہو تو معاشرہ قبول نہیں کرتا

جو ہر گفتگو عطیۂ خداوندی ہے' یہ ملکہ تمام انسانی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا جو ہر قابل ہے' انسان کے حواس خمسہ کی تعبیر صرف اور صرف قوتِ گویائی ہی کے ذریعے سے ممکن ہے اسکے بغیر انسان کا سماجی' تمدنی' علمی' سیاسی' معاشی اور معاشرتی خاکہ مبہم ہی نہیں بلکہ بے رنگ ہے۔ بدقسمتی سے جو لوگ قوت گویائی سے محروم ہیں انکی محرومیوں کا مشاہدہ ایک حساس دل پر بارِ گراں ہے' اس حقیقت کا نقشہ مشہور عربی شاعر ابنِ قتیبہ نے کس خوبصورت انداز میں کھینچا ہے۔

''انسان کے عیب دار ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ اسکا چہرہ تو نظر آئے مگر وہ زبان کے بغیر ہو' مردانہ حسن اس وقت تک باعثِ زینت نہیں بن سکتا جب تک اس میں حسن بیان نہ ہو''

شاعر کے مؤقف کے مطابق جو ہر گفتگو اور حسن بیان کے بغیر انسان کا تخلیقی حسن نامکمل ہے' کیونکہ جو ہر گفتگو کا فقدان بھی ایک نعمت سے محرومی ہے اور حسن بیان سے ناآشنائی بھی نعمت خداوندی کی ناقدری ہے' اسے ایک حقیقت کہیے کہ جس انسان کو بھی قوتِ گویائی کی نعمت عطا ہوئی اس میں کسی نہ کسی حد تک ''حسن بیان'' کا ملکہ ضرور موجود ہوتا ہے اگرچہ وہ پوشیدہ ہوتا ہے اور اپنے اظہار کیلئے انسانی جستجو اور محنت کا محتاج ہوتا ہے۔ ہمارا المیہ یہی ہے کہ اس ''صلاحیت'' کو اجاگر کرنے میں غفلت کا شکار ہیں حالانکہ یہی وہ فن ہے جسے اپنا کر قوموں کو متاثر کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنانا نسبتاً آسان ہوتا ہے' دو متضاد پہلوؤں کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنے کی صلاحیت اسی فن کی بدولت پیدا ہوتی ہے' اپنے مسلک' مؤقف' مذہب اور نظریے کے صحیح تحفظ کا مؤثر ذریعہ یہی فن ہے اور اس میں شک نہیں کہ مسلمان خطباء نے اس فن کو اپنا کر اپنے نظریات کے تحفظ کے سلسلے میں اسے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا' تحریک خلافت' تحریک ترک موالات' تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت' اور تحریک ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے محرکین نے خطابت ہی کے ذریعے عوام الناس میں حریتِ فکر کی ایسی روح پھونکی ہے کہ یہ تحریکات اپنی ہمہ گیری کی وجہ سے تاریخ میں نمایاں مقام پا چکی ہیں۔

مجلس صوت الاسلام نے اس پہلو پر وسیع پیمانے پر کام کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے کیونکہ اس بات کا شدت سے احساس کیا جا رہا تھا کہ یہ زمانہ تشدد اور نفرت کا نہیں ترقی یافتہ اور جدید ٹیکنالوجی کے اس دور میں جو بات بھی کی جائے اس میں جب تک محبت، نرمی، رواداری اور الفت کا عنصر غالب نہ ہو تو معاشرہ قبول نہیں کرتا۔ حکمت کے ساتھ دین کی دعوت کا ڈھنگ سکھانے کیلئے علما وطلباء میں مذاکرے، مکالمے، تقریری مقابلے اور تربیتی ورکشاپ کا سلسلہ جاری ہے جس کے ثمرات کا مشاہدہ سب کر رہے ہیں۔

الحمدللہ اس عظیم انقلابی سلسلے کو منظّم اور فعال کرنے کیلئے تیزی سے کام جاری ہے۔

تقریری مقابلہ 2006ء

- ☆ عتیق الرحمٰن...... جامعہ الصفہ۔ اول پوزیشن (ایک لاکھ نقد انعام)
- ☆ محمد عمران...... جامعہ فاروقیہ۔ دوم پوزیشن (60 ہزار روپے نقد انعام)
- ☆ شاکر الرحمٰن...... دارالعلوم کراچی۔ سوم پوزیشن (40 ہزار روپے نقد انعام)

تقریری مقابلہ 2007ء

- ☆ عطاالرحمٰن...... جامعۃ الرشید۔ اول پوزیشن (سوا لاکھ روپے نقد انعام)
- ☆ احمد شاہ بلوچ...... جامعہ حنفیہ اورنگی۔ دوم پوزیشن (80 ہزار روپے نقد انعام)
- ☆ حسن دیار...... جامعہ اسلامیہ کلفٹن۔ سوم پوزیشن (60 ہزار روپے نقد انعام)

تقریری مقابلہ 2008ء

- ☆ عتیق الرحمٰن...... جامعہ الصفہ۔ اول پوزیشن (سوا لاکھ روپے نقد انعام)
- ☆ عبدالسمیع...... دارالعلوم کراچی۔ دوم پوزیشن (80 ہزار روپے نقد انعام)
- ☆ شاہد الاسلام...... جامعہ الصفہ۔ سوم پوزیشن (60 ہزار روپے نقد انعام)

تقریری مقابلے میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے والے عتیق الرحمٰن سوا لاکھ روپے، دوسری پوزیشن پر عبدالسمیع **80** ہزار روپے جبکہ تیسری پوزیشن لینے والے شاہد الاسلام **60** ہزار روپے نقد انعام وصول کر رہے ہیں۔

میڈیا اور عالم اسلام

صوت الاسلام کی مسلسل پیش رفت خوش آئند ہے

تقریری مقابلے کی تقریب سے مولانا زاہد الراشدی کا خطاب

خطابت ''ابلاغ'' کے ذرائع میں سے بہت بڑا ذریعہ ہے اور خطابت' دعوت اور دفاع کے میدان کی بھی ایک بہت بڑی ضرورت ہے۔ خطابت کی اہمیت اس کے کردار اور رول کو ایک واقعے کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں غزوہ خندق کے موقع پر کفار کا متحدہ محاذ بنا تھا' مدینہ کی ایک چھوٹی سی آبادی کیخلاف یہ متحدہ محاذ بنایا گیا۔ جس نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا تھا' قرآن کریم نے یہ کیفیت بیان کی ''اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ''، ان تمام مراحل سے گزر کر محاصرہ ناکام ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کیا بس تھوڑی ہوا تیز کر دی تو سارا معاملہ بدل گیا۔ جب یہ متحدہ محاذ مدینہ منورہ کے محاصرے میں ناکام ہو گیا اور قبائل شکست کھا کر واپس جا رہے تھے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے کے دو جملوں کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا۔ ایک بات کو تو بخاری نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کفار کا زور لگ چکا اب یہ ہمارے خلاف متحد نہیں ہوں گے یہ اپنا زور لگا چکے بدر میں' اُحد میں' خندق میں۔ ان کا آخری زور یہی تھا کہ قبائل کا متحدہ محاذ بنا کر ہم پر چڑھائی کر دیں۔ اس سے زیادہ یہ کچھ نہیں کر سکتے تھے اب یہ کبھی مدینہ پر حملہ نہیں کریں گے۔ اب جب بھی جائیں گے ہم جائیں گے۔

دوسرا اعلان یہ فرمایا کہ تلوار کی لڑائی میں یہ شکست کھا چکے ہیں اب یہ زبان کی جنگ لڑیں گے۔ خطابت کی' شاعری کی' اب یہ عرب قبائل کو تمہارے خلاف بھڑکائیں گے تمہیں بدنام کریں گے' تمہاری مذمت کریں گے، تمہارے خلاف پروپیگنڈہ کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا تلوار کی جنگ میں تم میرے ساتھ تھے زبان کی جنگ میں کون ساتھ ہوگا؟ گویا حضور ﷺ نے فرمایا اب میڈیا وار ہوگی' اس جنگ میں کون میرے ساتھ ہے؟

مؤرخین لکھتے ہیں کہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم کھڑے ہو گئے۔ حسّان بن ثابت' کعب بن مالک' عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ تینوں انصاری تھے تینوں اپنے دور کے بڑے شاعر تھے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ جنگ ہم لڑیں گے تینوں نے میڈیا کی جنگ خوب لڑی۔

میڈیا کی اس جنگ کا ایک منظر جو تاریخ اسلامی کا اہم واقعہ ہے کہ عمرے کی ادائیگی کا منظر ہے اور پندرہ سو صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ احرام باندھے ہوئے مکہ اتر رہے ہیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار عبداللہ بن رواحہ کے ہاتھ میں ہے۔ صحابہ تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور عبداللہ بن رواحہ رجزیہ شاعری کر رہے ہیں۔ جس میں کفار کو للکار رہے ہیں اور فاتحانہ انداز میں دعوت مبارزت دے رہے ہیں یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر نے منع کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''دَعْهُ يَا عُمَر'' عمر چھوڑ دو پڑھنے دو انکو۔ ''ان کے اشعار کافروں کے سینوں میں تمہارے تیروں سے زیادہ کاری ضرب لگاتے ہیں''

محترم حضرات! یہ تھی میڈیا کی جنگ، جہاد باللسان۔ صحابہؓ نے یہ جنگ بھی خوب لڑی اور جیت کر دکھائی میڈیا کی جنگ بہت مشکل جنگ ہے جس میں افرادی قوت بھی کم ہوتی ہے اور اسباب جنگ بھی محدود ہوتے ہیں اور عقل کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے۔ میڈیا اور تحریر و تقریر کی جنگ کا ایک ایمان افروز واقعہ ہے کہ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ خطابت' شعر و شاعری کا مقابلہ کریں اگر مقابلہ آپ جیت گئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ تقریر اور شاعری کا مقابلہ ہوا اور مسلمان جیت گئے اور بنو تمیم والے اسلام لے آئے۔ اسی طرح رکانہ عرب کا مشہور پہلوان تھا جس نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ جناب میں تو پہلوانی کی زبان سمجھتا ہوں۔ میرے ساتھ کشتی لڑی جائے۔ کشتی میں بچھاڑ لیا تو ٹھیک ہے حضور ﷺ نے رکانہ کو تین دفعہ بچھاڑا اور وہ اسلام لے آیا۔

تو میں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ کفر جس میدان میں چیلنج کرے اس میدان میں اس چیلنج کو قبول کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

یہ مقابلے کا میدان ہے میڈیا کا میدان بھی مقابلے کا ہے آج تو جنگ ہی میڈیا کی ہے یہ جنگ لڑنا بھی ہمارے ذمہ ہے یہ جنگ بھی سنت رسول ہے۔

مجلس صوت الاسلام کے قیام کے وقت سے میں ان حضرات کے ساتھ ہوں اور اس مسلسل پیش رفت پر ان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ یہ حضرات میڈیا کی جنگ اچھے انداز میں لڑ رہے ہیں اور اس میں آگے بڑھ رہے ہیں جو خوشی کی بات ہے اللہ رب العزت ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

حوصلہ افزا کاوشیں

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ

مجلس صوت الاسلام اور اس کی انتظامیہ ہر لحاظ سے مبارکباد کی مستحق ہے کہ جنہوں نے دینی مدارس کے طلباء کی حوصلہ افزائی کیلئے باہمی علمی مذاکروں اور تقریری مقابلوں کے اس سلسلے کا آغاز کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علماء اور طلباء اسلامی معاشرے کی سب سے بڑی ضرورت ہیں۔ علماء وطلباء جب اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں گے' علوم دینیہ کے حصول میں رُسوخ اور عربی زبان اور دیگر زبانوں پر اچھی طرح عبور حاصل کریں گے تو کل معاشرے میں اور عالمی سطح پر جا کر دین کی خدمت کریں گے اور صحیح مبلغ بن سکیں گے۔

فصاحت و بلاغت عالم دین کا زیور ہے اس زیور کی خوب حفاظت کریں اور اس میں بیش بہا موتیوں کا اضافہ کرتے رہیں۔ ہمارے اکابر علماء صلحاء نے اپنی شیریں بیانی اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور خطابت سے دنیا کی کایا پلٹی ہے۔

مجلس صوت الاسلام طالبان علوم نبوت کو اچھا اسٹیج فراہم کر رہی ہے۔ دینی مدارس کے طلباء کرام کو چاہیے کہ وہ اس موقع سے خوب فائدہ اٹھائیں۔

اس وقت عالمی سطح پر اور پاکستان کے حکمران بھی دینی مدارس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ مدارس کو بلڈوز کیا جا رہا ہے اور علوم نبوت حاصل کرنے والے طلباء و طالبات سے نفرت کا اظہار کیا جا رہا ہے ایسے وقت میں مجلس صوت الاسلام والے قابل صد تحسین ہیں کہ یہ مدارس کے طلباء کی عزت افزائی کرتے ہیں یہ لوگ ذرائع ابلاغ پر مدارس کا دفاع کر رہے ہیں اور طلباء کرام' جن کے قدموں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں ان کے اعزاز میں عظیم الشان تقریبات منعقد کر کے طلباء کی عزت افزائی کرتے ہیں اور لاکھوں کے انعامات سے طلباء کرام کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں یہ ایسی خدمت ہے جو عنداللہ مبرور اور مقبول ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے علم کثرت مسائل جاننے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک معرفت قلب ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کی توفیق فرماتے ہیں۔ عالم کفر ایٹم بم' راکٹوں' ٹینکوں جیسے جدید ہتھیاروں سے نہیں ڈرتے لیکن دین اسلام کے طالب علم کا ڈر ان کے دلوں میں موجود ہے۔ ہر دین کا طالب علم بھی عالم ہے۔ علم کا یہ معیار نہیں ہے کہ سند ملے تو عالم ہوگا۔ دینی مدارس اللہ رب العزت کی طرف سے نعمت عظمیٰ ہیں ان کی قدر کرو، تقریری مقابلے کے ذریعے رائے کے اظہار سے اچھے راستے نکلتے ہیں یہ بہت اہم ترین کام ہے اس سے طلبہ میں ایسی قابلیت اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ وہ غور و خوض کر کے جدید مسائل لوگوں کو سمجھا سکتے ہیں' دینی' سیاسی اور ملی مسائل پر مطالعہ کر کے وہ لوگوں کو مخاطب کر سکتے ہیں' فن تقریر' خطوط نویسی اور مضمون نویسی جیسے شعبوں میں مشق نہ صرف طلباء کی صلاحیتوں کے فروغ کا باعث ہے بلکہ اس کے نتیجے میں مستقبل میں بڑے بڑے علماء نکلتے ہیں۔ تقریری مقابلوں میں جو انعامات دیئے جا رہے ہیں بہت حوصلہ افزاء ہیں جو ان انعامات میں خطیر رقم پر اعتراض کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ اگر اللہ نے توفیق دی ہے تو فی طالب علم 5 لاکھ کا انعام بھی کم ہے' اس طرح کے خطیر انعام سے جہاں طلبہ کا حوصلہ بڑھے گا وہاں مخالفین کو بھی اندازہ ہوگا کہ علوم نبوت کے وارثین لاوارث نہیں ہیں۔

آزادی کی پکار

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی جامعہ پنجاب لاہور

14 اگست 2008ء کو قوم نے پوری عقیدت و احترام اور تزک و احتشام سے 62 واں یوم آزادی منایا۔

اللہ تعالیٰ نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں پر خاص انعام فرمایا اور 14 اگست 1947ء کو علیحدہ مملکت عطا فرمائی۔ یہ ملک نعرہ لا الہ الا اللہ پر حاصل کیا گیا اور بہت سے علماء ملت نے اس کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ اور یوں اس مملکت کا قیام عمل میں آیا۔

قیام پاکستان کے بعد سے قوم مسلسل 14 اگست کو یوم آزادی مناتی ہے اور ہر سال یہ یوم آزادی اس قوم سے کچھ سوال کرتا ہے، طرفہ تماشہ یہ کہ ہر سال سوالوں میں کمی کے بجائے اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور اس سال کا یوم آزادی تو قوم سے اتنے سوال کررہا تھا کہ یوں محسوس ہورہا تھا کہ قوم میں ان سوالات کا جواب دینا تو دور کی بات ہے، ان کو سننے کی بھی سکت نہیں ہے۔

2008ء کا یوم آزادی ہم سے سوال کررہا ہے کہ اس پاکستان کا مطلب ''لا الہ اِلّا اللّٰہ '' تھا وہ نعرہ کہاں گم ہوگیا، کیا قوم، اس کے رہنما اور اس کے قائدین نے اس نعرے کا مفہوم سمجھا، اس کے تقاضوں کا ادراک کرنے کی کوشش کی، اس کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوئی شعوری سعی کی، اس نعرہ کو بازیچہ اطفال سمجھ کر فراموش کردیا یا ایک بچے کے بے جا مطالبات کی طرح نظر انداز کردیا گیا۔ یا پھر نعوذ باللہ کلمہ ''لا الہ اِلّا اللّٰہ '' اور اس کے نظام کو اس مملکت خداداد، اس قوم اور اس کے حالات کے لئے موزوں نہیں سمجھا گیا، یا یہ خیال کیا گیا کہ یہ نظام دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں، لہٰذا نظام کو اس کلمہ سے قریب کرنے کے بجائے، اس کلمہ کو فراموش کردیا گیا؟

یوم آزادی ہم سے سوال کررہا ہے کہ 1947ء میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت عطا فرمائی تھی، اس مملکت کو دولخت کرنے کا ذمہ دار کون ہے، کیا اس سانحہ کے ذمہ دار یا ذمہ داران کو معلوم کرنے کی کوشش کی گئی اور انہیں اس جرم میں کوئی سزا دی گئی، شاید یہ سمجھ لیا گیا کہ ہماری اپنی چیز ہے اسے سلامت رکھیں، یا توڑ دیں، یا ریت کا بنا ہوا بچوں کا گھر سمجھ لیا گیا، بنایا تھوڑی دیر میں توڑ دیا......کوئی بات نہیں پھر بنالیں گے، کیا غیر سے ایک نظریاتی مملکت حاصل کرنا اتنا ہی آسان ہے؟

آج کا یوم آزادی ہم سے سوال کررہا ہے کہ کشمیر میں بہنے والے معصوم بچوں کے خون کا کون ذمہ دار ہے، وہاں کے انسان کا خون اس قدر ارزاں کیوں ہوگیا ہے، اُن کا جرم کیا ہے کہ جس کی اس قدر کڑی اور لمبی سزا ہے کہ 60 برس گزرنے کے باوجود ختم ہونا تو دور کی بات ہے، کم بھی نہیں ہورہی؟

حالیہ یوم آزادی ہم سے سوال کر رہا ہے کہ قوم کی سیاسی، دینی اور اخلاقی تربیت اور رہنمائی صحیح طور پر کیوں نہ کی گئی قوم کے سیاسی رہنماؤں، مذہبی قائدین اور اخلاقی پیشواؤں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا نہیں یا قوم نے ان سے استفادہ نہیں کیا یا انہیں قوم کی تربیت کا مناسب موقع فراہم نہیں کیا گیا، جب جب ان لوگوں نے قوم کی تربیت کا آغاز کیا، کسی منطقی انجام تک پہنچنے سے قبل اس سلسلے کو کسی آمرانہ حکم کے ذریعہ ختم کر دیا گیا؟ موجودہ یوم آزادی ہم سے سوال کر رہا ہے کہ وانا، باجوڑ اور سوات میں خون کی ہولی کیوں کھیلی جارہی ہے، کیا ان لوگوں کا یہ مطالبہ کہ ہم اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں، خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے نظام کے مطابق انفرادی واجتماعی زندگی کا نظام چلانا چاہتے ہیں، انہیں اس جرم کی سزا دی جارہی ہے، کیا ان کا یہ جرم ملک کو دو ٹکڑے کرنے سے بھی بڑا جرم ہے کہ اُن عناصر کو تو کوئی سزا نہیں دی گئی، ان کو طاقت سے کچلنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی، اُن کے خلاف کوئی آپریشن نہیں کیا گیا؟

ہر سال یوم آزادی ہم سے سلگتے ہوئے سوالات کرتا ہے مگر ہمارے پاس ان کا کوئی جواب نہیں

روزانہ کتنے آدمیوں، عورتوں اور بچوں کو لقمہ اجل بنا دیا جاتا ہے کیا یہ لوگ انسان نہیں، انسانی حقوق کی تنظیمیں کہاں خوابیدہ ہیں، کیا انسانی حقوق کے دائرہ میں آنے کے لئے کسی کا غیر مسلم ہونا ضروری ہے؟

اس سال کا یوم آزادی ہم سے سوال کر رہا ہے کہ جامعہ حفصہ میں رہنے والی طالبات کا کیا قصور تھا، کیوں اُنہیں پہلے سازشوں کا نشانہ بنایا گیا اور پھر اُن کے قتل کو جائز سمجھا گیا، کیوں اُن پر کیمیکل بم برسائے گئے، کیا اس وجہ سے کہ ایک اسلامی مملکت کے دارالحکومت میں کسی ایسے ادارے کے وجود کا کیا جواز ہے جو قوم کی بیٹیوں، بہنوں، جو قوم کے بیٹوں اور بھائیوں کو دینی تعلیم دے رہا تھا، آپریشن کے بعد کونسا اسلحہ وہاں سے برآمد ہوا، یہ آپریشن کرنے والے ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر، اپنے خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر قوم کو یہ بتانے کی زحمت کر سکتے ہیں کہ وہ کونسے مہلک ہتھیار تھے جو وہاں پائے جارہے تھے، وہ کون سے تخریب کار اور شر پسند تھے جو وہاں تربیت پا رہے تھے، کیا قوم اپنے زعما سے یہ سوال کرنے کا حق نہیں رکھتی؟

62واں یوم آزادی یہ سوال کر رہا ہے کہ کیا یہ ملک اسی لئے آزاد کیا گیا تھا، کیا ہزاروں لوگوں نے اپنی جان، مال ودولت اور گھر بار کی قربانی اس لئے دی تھی؟ خونِ مسلم تو ہندوستان میں بھی بہت ارزاں تھا۔ صبح شام مسلمانوں کا قتل عام تو پاکستان کے قیام سے پہلے بھی ہو رہا تھا؟

اس سال کا یوم آزادی ہم سے سوال کر رہا ہے کہ کیا یہ ملک اس لئے آزاد ہوا تھا کہ اس کے سپوتوں کو گوانتا ناموبے جیل کے حوالے کر دیا جائے گا اور اُس کا بھاری معاوضہ لیا جائے گا۔

یہ یوم آزادی ہم سے پکار پکار کر پوچھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایدکم بنصرہ کا وعدہ ایٹمی طاقت کی صورت کے عطا کئے جانے سے پورا کیا تھا، اس لئے تم اپنے فیصلے یہود ونصاریٰ کے ہاتھ میں دیدو، اس لئے کہ تم اپنے بھائیوں کے خلاف لڑو اور انہیں مارو اس خوف سے کہ ”یہ ہمیں پتھروں اور غاروں کے دور میں پہنچا دیں گے“؟

ان سوالات پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا یوم آزادی کو یہ سوالات کرنے کا حق ہے، کیا واقعی پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے کیا واقعی پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، پاکستان کے کچھ علاقہ میں اگر فساد اور بدامنی ہے تو کیا ہوا، باقی پاکستان میں تو امن ہے، پاکستان اور اہل پاکستان نے خوب ترقی کی ہے، پہلے چند ہزار موبائل تھے، اب کروڑوں موبائل ہیں، بیرونی سرمایہ کار اس ملک میں سرمایہ لگا رہے ہیں اور اس ملک کے قیمتی ”اثاثے“ خرید رہے ہیں، پہلے چند ہزار کاریں تھیں اب لاکھوں گاڑیوں کا ہر ماہ اضافہ ہو جاتا ہے؟

کیا کوئی انسان، کوئی مسلمان اپنا عقیدہ، نظریہ اپنا ایمان اور اپنے بھائیوں کو فروخت کر کے حاصل ہونے والے سرمایہ اور ”منافع“ پر خوش ہو سکتا ہے...... ہرگز نہیں یہ قومی ترقی نہیں، یہ تو زوال کی اعلیٰ ترین مثال ہے یہ تو اسفل سافلین کی تعبیر ہے۔

پھر سوچئے کہ یوم آزادی ہر سال آتا ہے، ہم سے یہ سوالات اور ان کے علاوہ اور بہت سے سوالات کرتا ہے اور گزر جاتا ہے اگلے سال پھر انہی اور اُن کے علاوہ کچھ مزید سوالات لیکر آئے گا اور ان شاء اللہ قیامت تک یوم آزادی آتا رہے گا کہ یہ اُس ملک کا یوم آزادی ہے جو اللہ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور جو چیز اللہ کے ساتھ منسوب ہو وہ اہم اور پائیدار ہو جاتی ہے، ہم نہ ہونگے لیکن یہ ملک رہے گا لیکن سوچئے اگر یہی سوالات روزِ قیامت ہم سے پروردگار عالم کی جانب سے ہوئے تو ہمارے پاس ان کا کیا جواب ہے پھر یہ سوالات اس طرح خاموشی سے نہیں گزریں گے جس طرح یوم آزادی پر گزر جاتے ہیں یہ میرے بھی سوچنے کی بات ہے اور آپ کے بھی، یہ عوام کے سوچنے کی بھی بات ہے اور حکمرانوں کی بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ملک سے سچی اور سُچی محبت نصیب فرمائے۔ (آمین یارب العٰلمین)

ملک گیر سطح پر مقابلے کرائے جائیں

مولانا ولی خان المظفر

آج کے اس تقریری مقابلے میں جن شرکاء نے تقریریں کی ہیں ہمیں بحیثیت منصف یہ دقت پیش آ رہی تھی کہ کس کو کتنے نمبر دیئے جائیں یہ ذہنی الجھن اس لئے تھی کہ ہرایک مقرر دوسرے سے بڑھ کر تھا اور اس کا مصداق تھا ''کلهم علٰی مراتب الشرف، کلهم علٰی مراتب الامتیاز'' دوسری بات یہ ہے کہ ججمنٹ آسان نہیں یہ بہت مشکل کام ہے۔

طلباء کرام سے میری گزارش ہے کہ انہیں تقریر کیلئے جو موضوع دیا جائے اس پر بہت عمدہ اور مدلل مواد جمع کریں اور اس موضوع کا خوب احاطہ کریں۔ موضوع کو سمجھنا، تطبیق دینا اور موازنہ کرنا ضروری ہے اور آخر میں نتیجہ نکالنا جسے استنتاج کہتے ہیں، یہ بھی ضروری ہے۔ آج کی نشست میں دو موضوعات پر طلباء نے زیادہ تقاریر کیں، خطابت کا انداز تو اچھا تھا مگر ان طلباء نے موضوع سے متعلق بہت سے گوشے فراموش کیے، موضوع کا احاطہ لازمی ہے مختصر وقت میں صرف جامع اور مدلل بات کی جائے۔ بعض طلباء کرام اپنی تقریر کو لفاظی اور اشعار سے بھر دیتے ہیں مواد کی کمی ہوتی ہے ایسا بھی مناسب نہیں تقریر میں قومی اسلوب اختیار کیا جائے۔

میری یہ تجویز ہے کہ مجلس صوت الاسلام دینی مدارس کے طلباء کے درمیان تقریری مقابلوں کے اس سلسلے کو ملک گیر سطح پر منعقد کرے اور پورے ملک سے طلباء کرام مرحلہ وار منتخب ہو کر آئیں اور ان کے درمیان فائنل مقابلہ کرایا جائے، اسی طرح عربی زبان میں بھی تقریری مقابلوں کا انعقاد کرایا جائے۔

عوامی سطح پر اجتماعات کا جو سلسلہ مجلس صوت الاسلام نے شروع کر رکھا ہے وہ بہت مستحسن اور قابل تعریف ہے اس میں مشائخ عظام اور علماء کرام کو زیادہ سے زیادہ مدعو کیا جائے تاکہ عوام اور علماء کے درمیان جو فاصلے پیدا کیے گئے ہیں ان کا خاتمہ ہو سکے۔

اسی طرح دینی مدارس کے طلباء کے مابین تحریری مقابلوں اور مقالہ نویسی کا انعقاد بھی ضروری ہے تاکہ طلباء کرام میں لکھنے کی صلاحیتیں پیدا ہوں اور تالیف و تصنیف کے میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دے سکیں۔

مولانا شفیق احمد قاسمی بستوی کی گفتگو

☆ حضرت! آج کے تقریری مقابلے کے اس پروگرام سے متعلق آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

❑ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! آج کا یہ پروگرام دیکھ کر اور سن کر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مجلس صوت الاسلام جس جذبے، جس شوق اور اہتمام کے ساتھ طلباء کی حوصلہ افزائی اور ان کو آگے بڑھانے، ان کو بہتر مستقبل کی طرف لے جانے کی جو تحریک چلا رہی ہے یہ بہت ہی بہترین کام ہے اور اس کے انشاء اللہ مستقبل میں بہت ہی نافع اثرات محسوس ہوں گے اور ہمارے طلبہ کے اندر ایک شوق بیدار ہوگا اور ان میں تڑپ اور محنت کا جذبہ پیدا ہوگا تو اس اعتبار سے میں مجلس صوت الاسلام پاکستان اور اس کے تمام ذمہ داران کو قابل تحسین سمجھتا ہوں بلکہ ان کو اس بات پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہر محاذ پر اپنی خصوصی مدد اور خصوصی فضل سے نوازے۔

☆ تقریری مقابلوں سے طلباء کیا حاصل کر سکتے ہیں؟

❑ یہ تو طلباء کے اندر بیداری پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے بلکہ یہ تو حوصلہ افزائی کا بھی بہترین ذریعہ ہے جو سب سے نمایاں پہلو ہمیں محسوس ہوا وہ یہ کہ علماء کے طبقے میں بھی ایک ایسی جھلک دیکھنے میں آ رہی ہے کہ علماء اپنی نسل کو بیکار نہیں چھوڑ رہے بلکہ ان کو ایک رُخ دے رہے ہیں، ایک راستہ دکھا رہے ہیں جو آگے چل کر قوم کی رہنمائی اور خدمت کر سکتے ہیں کیونکہ میدانِ خطابت ایک ایسا میدان ہے جس کے ذریعے سے قوم کی بہترین رہنمائی کی جا سکتی ہے اور دوسرا یہ پہلو بھی نظر آ رہا ہے کہ مجلس صوت الاسلام پاکستان نے جو اتنے بڑے اخراجات اور اتنے بڑے مالی نفقات کر کے جو پروگرام منعقد کیا ہے اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ دیگر اداروں، دینی ترویج کی انجمنوں، تحریکوں اور جامعات کو بھی حوصلہ ملے گا۔ وہ بھی اسلام کے مختلف گوشوں اور شعبوں میں خدمات کیلئے بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کریں گے۔

☆ مقابلوں میں جو آپ نے کمی محسوس کی ہو؟

❑ تقریب کے نظم وضبط کے اندر کوئی کمی نظر نہیں آئی البتہ ہمارے مدارس کے طلباء کی جو فنی صلاحیتیں ہیں ان صلاحیتوں میں مجھے بس یہ نظر آیا کہ طلباء خداداد اور فطری صلاحیتوں کو ہی پیش کر رہے ہیں جبکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو فنی انداز کی تربیت دی جائے اگر فنی انداز کی تربیت دی جائے تو ان شاء اللہ بہت اچھے مقرر، مبلغ، خطیب اور واعظ بن سکتے ہیں جو قوم کیلئے بہت مؤثر کردار بھی ادا کر سکتے ہیں۔

☆ یہ فن کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

❑ اس کے لئے مستقل ورکشاپس اور تربیتی اکیڈمی بنائی جائے جس میں بولنے کا انداز، لہجے درست کرائے جائیں، جدید اصطلاحات سے ان کو آگاہ کیا جائے، ذرائع ابلاغ کے نت نئے انداز اور ان کے مقابلے میں اپنا مہذب اور شائستہ و سنجیدہ طریق گفتگو متعارف کرایا جائے۔

پشاور میں امن کا پیغام لیکر آئے ہیں

مجلس صوت الاسلام کے زیراہتمام پشاور میں منعقدہ محسن انسانیت کانفرنس کا اعلامیہ

رپورٹ : جمیل الرحمٰن فاروقی

12 مئی 2008ء کو پشاور شہر میں کافی رونقیں تھیں، ملک بھر سے جید علماء کرام مذہبی وسیاسی رہنما رونق افروز ہورہے تھے اور عوام قافلوں کی صورت میں مقامی ہوٹل کے وسیع وعریض کانفرنس ہال میں جمع ہورہے تھے کہ آج یہاں مجلس صوت الاسلام کے زیراہتمام، محسن انسانیت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔

محسن انسانیت کانفرنس میں تمام مقررین نے وقت کے تقاضوں کے مطابق بہت اہم خطابات کیے۔ ملکی اور عالمی صورتحال، دینی مدارس کو درپیش مسائل، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشیں اور ان کا دفاع، سیرۃ النبی اور ہماری زندگی، محسن انسانیت کا پیغام اور ہماری ذمہ داری جیسے اہم عنوانات پر سیر حاصل بحث کی گئی۔ کانفرنس کے پیغام کو ملکی اور عالمی میڈیا نے نمایاں کوریج دی۔ مجلس صوت الاسلام کے چیئرمین مفتی ابوہریرہ نے اپنے افتتاحی بیان میں کہا کہ پاکستان کی سلامتی کیلئے ہم سب کو متحد ہونا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ مجلس صوت الاسلام پشاور کی سرزمین پر امن پیغام لیکر آئی ہے۔

پشاور: محسن انسانیت کانفرنس کے شرکاء غور سے تقاریرسن رہے ہیں۔

تمام مقررین نے موضوع کی مناسبت سے جو تقاریر کیں اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلو اجاگر کیے گئے وہ بہت اہم تھے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل ہر

پشاور: محسن انسانیت کانفرنس میں علماء کرام اور دانشور اسٹیج پر تشریف فرما ہیں۔

طرف اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ عالمگیر گمراہیوں اور ہولناک تاریکیوں کی اس شب تیرہ وتاریک میں کہیں تہذیب وتمدن کی روشنی نظر نہ آتی تھی۔ شرافت کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔ فطرت کا حقیقی حسن اور روحانیت کا جمال صداقت کفر وباطل کی تاریکیوں میں چھپ گیا تھا۔ کفر ومعصیت اور ظلم وستم کے خونخوار بھیڑیوں نے ساری دنیا کو لہولہان کردیا تھا۔

عرب کی سرزمین بت پرستی کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ تہذیب وتمدن کی کوئی شعاع نہیں تھی جو تاریک دلوں کو پیغام ہدایت دے سکے۔ کوئی رہبر نہ تھا جو بھٹکے ہوئے مسافروں کو منزل کا پتا دے سکے۔ ایسے پر آشوب دور کے طوفان بلاخیز میں محسن انسانیت، رہبر انسانیت اور ہادی طریقت حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فقید المثال اور عدیم النظیر کارنامہ تھا جنہوں نے عقائد، عبادات معاملات، آداب، معاشرت، تہذیب واخلاق اور اصلاح نفس کے لیے مکمل ترین قوانین دے کر انسانیت کو شرافت وکمال تک پہنچادیا۔

مقررین نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے صرف مسلمانوں کو ہی فائدہ نہیں ہوا بلکہ ساری کائنات کو فائدہ ہوا۔ آپ محسن انسانیت ہیں، آپ کی نبوت عالمگیر ہے۔ آپ نے ساری دنیا کو اخلاق سکھائے، تہذیب کا درس دیا۔ آپ نے عدل وانصاف ایثار وہمدردی، عزت وشرافت، سادگی وبے تکلفی، قناعت وصبر، شجاعت وبہادری عفو ودرگزر، محبت وشفقت رحم دلی اور غم خواری، مساوات وتواضع غرضیکہ ہر طرح کی بھلائی اور اچھائی کا درس دیا۔

فرموداتِ قائداعظم

☆ قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن کی طرف سے دیئے گئے استقبالیے میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''ان لوگوں کو سمجھ نہیں پائے جو جان بوجھ کر یہ پروپیگنڈا کر کے ایک نیا جھگڑا پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی اساس پر نہیں بنایا جائے گا'' قائداعظم نے کہا ''اسلامی اصول آج بھی زندگی پر اسی طرح موزوں طور پر لاگو ہوسکتے ہیں جیسے تیرہ سو سال قبل نافذ العمل تھے۔ اسلام اور اس کے نظریئے نے جمہوریت کا درس دیا۔ اسلام نے نوع انسانی کو مساوات، عدل اور تہذیب وشائستگی سکھائی۔ کسی کے لئے پھر کیا ہے کہ وہ جمہوریت، مساوات، حریت اور بلند ترسطح کے اجتماعی نظام اور تہذیب وشائستگی اور ہر کسی کے لئے عدل وانصاف سے خائف ہو'' قائداعظم نے زور دے کر کہا ''آیئے ہم پاکستان کے آئندہ دستور کو اس اساس پر بنائیں (انشاء اللہ) ہم اسے بنائیں گے، اور اسے دنیا کو دکھائیں گے۔'' اپنا فرض بجا لاتے رہو اور خدا پر بھروسہ رکھو دُنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو ختم نہیں کرسکتی' یہ قائم رہنے کے لئے بنا ہے' ہمارے اقدامات اور کارنامے دُنیا پر یہ ثابت کررہے ہیں کہ ہم سچائی پر ہیں۔

☆ ''پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلے شخص نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمۂ توحید ہے، وطن نہیں اور نہ ہی نسل۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہوگیا۔ ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی''۔

امریکا سے تعلق رکھنے والے معروف اسلامی اسکالر مولانا ڈاکٹر شفاعت محمد جامعہ اسلامیہ کلفٹن میں طلباء وعلماء کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کررہے ہیں
اس موقع پر مفتی محی الدین، مفتی ابوہریرہ محی الدین اور مفتی ابوذر محی الدین نے بھی خطاب کیا

مغربی دانشور عقلی دلائل سے جلد قائل ہوتے ہیں

ڈاکٹر شفاعت محمد

عالمی سطح پر اسلام کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا علماء کی ذمہ داری ہے، مسلمان قرآن پڑھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے

نوجوان علماء مکالمہ اور ڈائیلاگ کا فن سیکھیں، مغرب میں نوجوان طبقہ تیزی سے اسلام قبول کررہا ہے

مجلس صوت الاسلام وقت کے تقاضوں کے مطابق عمدہ کام کررہی ہے، جامعہ اسلامیہ میں طلباء وعلماء سے خطاب اور میڈیا کے نمائندوں سے گفتگو

کراچی . . . . معروف امریکی اسلامی اسکالر، دارالعلوم انسٹی ٹیوٹ آف امریکہ کے پرنسپل اور نیشنل کانفرنس کمیونٹی کے ڈائریکٹر جسٹس ڈاکٹر مولانا شفاعت محمد نے کہا ہے کہ مغربی ممالک اور امریکہ میں اسلام کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا علماء کرام اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہئے ان خیالات کا اظہار انہوں نے مجلس صوت الاسلام پاکستان کے زیر اہتمام جامعہ اسلامیہ کلفٹن میں منعقدہ علماء وطلباء کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا اجتماع سے رئیس جامعہ اسلامیہ مفتی محمد محی الدین اور چیئرمین مجلس صوت الاسلام مفتی ابوہریرہ محی الدین نے بھی خطاب کیا قبل ازیں ممتاز امریکی اسلامی اسکالر مولانا شفاعت محمد مجلس صوت الاسلام پاکستان کے سرپرست اعلیٰ مفتی محمد محی الدین کی خصوصی دعوت پر جامعہ اسلامیہ کلفٹن پہنچے تو مجلس صوت الاسلام کے چیئرمین مفتی ابوہریرہ محمد الدین اور جامعہ اسلامیہ کلفٹن کے ناظم تعلیمات مفتی ابوذر محی الدین کی قیادت میں علماء طلباء نے بڑی تعداد میں انکا پرتپاک استقبال کیا۔ مولانا شفاعت محمد نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج مسلمانوں کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ہم اسلام اور قرآن پڑھتے تو ہیں مگر اسلام اور قرآن کے راہنما اصول پر زندگی بسر نہیں کررہے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ہمارے معاشرے پر برے اثرات پڑھ رہے ہیں بلکہ ہماری دعوت وتبلیغ کے بھی ثمرات حاصل نہیں ہورہے اور اقوام عالم تک اسلام کا پرامن پیغام پہنچانے میں ہمیں دشواریوں کا سامنا ہے، اس صورتحال میں ہمیں باریک بینی سے حالات کا جائزہ لینا چاہئے اور اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں سے سیکھتے ہوئے ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جو مستقبل میں ہمارے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں معاون ثابت ہوں، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان اور آخری کتاب قرآن کریم کو صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ سارے عالم کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے اور آج کے دور میں دین اسلام کی خدمت انہی اصول کے مطابق ہوسکتی ہے۔ جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنائے اور ہمارے پیغمبر ﷺ کا اخلاق وکردار آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اور اسی کے ذریعے اقوام عالم تک پیغام ہدایت پہنچ سکتا ہے انہوں نے کہا کہ حکمت اور اچھی بات کہنا دعوت وتبلیغ کا اہم ذریعہ ہے اور آج علماء کرام کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ وہ حکمت کے ساتھ دین اسلام کی تعلیمات کو معاشرہ میں عام کریں۔ انہوں نے مختلف ممالک کی طرف سے توہین رسالت اور قرآن کی توہین پر مبنی فلم ریلیز ہونے پر شدید افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ اس طرح کے افسوسناک واقعات ہر دور میں رونما ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اس کے ردعمل میں شدت پسندی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن کے آفاقی احکامات اور سیرت مطہرہ کو اپنے معاشروں میں زندہ کریں اور اپنے عمل سے ان خصوصیات کو معاشرہ میں عام کریں جن کی معاشرہ کو ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ دیگر مذاہب کے لوگوں تک اسلام کے احکامات کو پہنچانے کا ذریعہ مکالمہ اور بات چیت ہے۔ میری نوجوان علماء سے درخواست ہے کہ وہ اس فن میں مہارت حاصل کریں اور دیگر آسمانی کتب کا مطالعہ کر کے اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کریں۔ انہوں نے کہا کہ مغربی ممالک کے نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد اسلام کی تعلیمات کو جاننے کی شدید خواہش رکھتی ہے اور امریکہ سمیت مغربی ممالک ایسے علماء کرام کے منتظر ہیں جو ان تک ان کی زبان میں اسلامی تعلیمات پہنچا سکیں۔ انہوں نے طلباء پر زور دیا کہ وہ درس نظامی کے ساتھ ساتھ جدید علوم اور دیگر زبانوں میں بھی مہارت حاصل کریں اور پوری دنیا کو اپنی دعوت وتبلیغ کا مرکز بنائیں بعد ازاں انہوں نے مجلس صوت الاسلام پاکستان کے کلفٹن میں واقع مرکزی سیکریٹریٹ کا دورہ کیا۔ اور مجلس کی جانب سے نوجوان علماء کی ترتیب کے سلسلے میں شروع کی گئی سرگرمیوں کو سراہتے ہوئے انہیں وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔

تربیت علماء کورس سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ ہیں، ڈاکٹر شفاعت

یہ علماء امت کی صحیح رہنمائی اور اسلام کے صحیح معنی میں ترجمان ہونگے، ایسے کورسز ضروری ہیں

کراچی (اسٹاف رپورٹر) پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے معروف اسکالر ڈاکٹر شفاعت محمد نے مجلس صورت الاسلام کے زیر اہتمام ہونے والے تربیت علماء کورس کے بارے میں کہا کہ ایسے کورسز بہت ضروری ہیں اور ہمیں اس اہم نوعیت کے کورس سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ ہیں انہوں نے کہا کہ تربیت علماء کورس میں شریک علماء کرام جس نہج پر تربیت حاصل کررہے ہیں اس سے امید کی جاسکتی ہے کہ یہ علماء امت کی صحیح رہنمائی اور اسلام کی صحیح معنی میں ترجمانی کرینگے انہوں نے کہا کہ ایسے کورسز ضروری ہیں۔

''اردو'' شیخ الحدیث مولانا زکریا کی دعاؤں کے صدقے بغیر سیکھے آگئی

کراچی . . . . ڈاکٹر شفاعت محمد کا تعلق ویسٹ انڈیز سے ہے مگر وہ امریکہ میں ہی پلے بڑھے ہیں اور 26 سال سے امریکہ میں مقیم ہیں مگر اردو زبان حسب ضرورت بول لیتے ہیں جامعہ اسلامیہ کلفٹن کے طلباء سے خطاب کے دوران انہوں نے کہا کہ آج میں جو اردو بول رہا ہوں میں نے کہیں سیکھی نہیں مگر یہ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمتہ اللہ کی دعاؤں کے صدقے سے ہے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے دوران جب حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملنے کیلئے گئے تو مجھے اردو نہیں آتی تھی میری حالت دیکھ کر حضرت نے دعا فرمائی کہ اللہ کرے آپ اردو بھی بولیں اور سمجھیں تاکہ دین کی دعوت پھیلانے میں آسانی ہو۔

یہ کورس پارٹ ٹائم اینڈ فل ٹائم ہے

کراچی . . . . ڈاکٹر شفاعت محمد کو ''تربیت علماء کورس'' کی ٹائمنگ کے بارے میں جب کورس کے ایڈمنسٹریٹر مولانا جمیل الرحمٰن فاروقی نے بتلایا کہ کورس کی ٹائمنگ ایسی رکھی گئی ہے کہ اس میں شریک علماء کرام دن میں اپنی نجی مصروفیات اور ذمہ داریاں نبھاتے ہیں اور شام کے ٹائم 4 گھنٹے کے لئے ''پارٹ ٹائم'' ہمیں دیتے ہیں جس میں انہیں یہ تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں جس پر ڈاکٹر شفاعت محمد نے ظریفانہ انداز میں کہا کہ یہ کورس ''پارٹ ٹائم این فل ٹائم'' ہے انہوں نے کہا کہ 4 گھنٹے کوئی پارٹ ٹائم نہیں بلکہ یہ بڑا طویل وقت ہے انہوں نے کہا کہ امریکہ میں تو ہمیں لیکچر کیلئے ایک گھنٹہ دینے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر شفاعت محمد ''تربیت علماء کورس'' کے مضامین سے خوشگوار حیرت اور دلچسپی

کراچی . . . . ڈاکٹر شفاعت محمد کو تربیت علماء کورس کے سلسلے میں تفصیلی بریفنگ دی گئی ڈاکٹر شفاعت محمد نے کورس میں پڑھائے جانے والے عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ مضامین میں خصوصی دلچسپی لی اور مضامین کی فہرست دیکھ کر خوشگوار حیرت کا اظہار کیا اور امت مسلمہ کے لئے اس کورس کو فاتح قرار دیا۔

مغربی دنیا سے دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالبعلم

کراچی . . . . ڈاکٹر شفاعت محمد نے انکشاف کیا کہ جب انہوں نے امریکہ سے آکر 16 سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا تو مولانا قاری طیبؒ نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ مغربی دنیا سے یہ پہلے طالب علم ہیں جو تعلیم کی غرض سے دارالعلوم دیوبند آئے، انہوں نے کہا کہ میرے آنے کے بعد پھر مغربی دنیا سے دینی تعلیم کے حصول کیلئے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔

معاشرہ کے جدید تقاضے اور علماء کی ذمہ داریاں

مولانا مفتی ابوذر محی الدین

معاشرہ کی تعمیر واصلاح علماء کی بنیادی ذمہ داری ہے اور شاید کہ علماء کو ملنے والی عزت میں بھی ''اصلاح'' بنیادی سبب ہے کہ جب ایک عالم کسی انسان کی اصلاح میں مصروف ہوتا ہے اور اس تک ہدایت پہنچانے کی کوشش کررہا ہوتا ہے تو درحقیقت وہ عالم اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل میں مصروف ہوتا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور شاید یہی وہ ذمہ داری ہے جس کے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو انبیاء کا وارث قرار دے کر پوری انسانیت سے ممتاز فرمایا اگر ہم اپنی تاریخ کو دیکھیں تو تاریخ کے ہر ورق پر ہمیں ایسے علماء کرام کی فہرست نظر آئے گی جنہوں نے معاشرے کو برائیوں سے نکال کر ہدایت کا سرچشمہ بنادیا۔ مگر آج ہمارے ماضی کی طرح ہمارا حال تابناک نہیں ہے لیکن ہم اپنی کوتاہیوں سے سیکھ کر اپنے مستقبل کو تابناک بناسکتے ہیں اور شاید یہی تاریخ کا ہم سے تقاضا ہو؟ کیونکہ جو تاریخ کو اپنے لئے سرمایہ افتخار نہ سمجھے اور اکابر علماء کرام کے طریقۂ زندگی میں اس کو دلچسپی نہ ہو تو معاشرے کی اصلاح میں اہم کردار ادا نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ معاشرہ زندہ روایات کا نام ہے اور زندگی کی پہچان حرکت ہے اور حرکت آگے بڑھنے کا نام ہے اسی لئے شاید یہ کہاوت مشہور ہے کہ زمانہ ایک جیسا نہیں رہتا۔

یہ ہمارے مشاہدے کے خلاف ہوگا اگر ہم یہ کہیں کہ ''معاشرہ ہمیشہ ایک جیسا ہی رہتا ہے'' اور اس کے تقاضے، اس کی خوبیاں اور خامیاں ہمیشہ ایک ہی جیسی رہتی ہیں اور اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا، معاشرہ تو نام ہی تبدیلیوں کا ہے، جب معاشرہ اور اس کے تقاضے تبدیل ہوتے رہتے ہیں تو یقیناً اس کی تعمیر واصلاح کے طریقے بھی ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہ سکتے۔

لوگوں کی فکر، ان کی سوچ اور ان کا طریقہ زندگی جب تبدیل ہوجائے تو مصلح کو بھی طریق اصلاح میں تبدیلی لانا لازمی ہے کیونکہ مقصد تو اصلاح ہے طریقے کی تبدیلی سے اگر کسی کی اصلاح ممکن ہو تو مصلح کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہوسکتی ہے۔

پھر ہمارا یعنی 21 ویں صدی کا زمانہ تو سائنسی ترقی کا دور ہے اور سائنس کی ترقی نے لوگوں کے معمولات زندگی کو مکمل تبدیل کردیا ہے اور اب تو پوری دنیا اس حیرت انگیز ترقی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مربوط ہوچکی ہے، کسی کی خوبی ایک لمحہ میں مغرب سے مشرق تک پہنچ سکتی ہے تو خامی کو بھی دیر تک چھپایا نہیں جاسکتا، جدید ذرائع ابلاغ نے لوگوں کو باخبر بنادیا ہے اور جدید ذرائع نے عقل وفکر کی طرف انسان کی رہنمائی کی ہے۔ مگر اس کے باوجود ہمیں اس پر تشویش ہونی چاہئے کہ علماء کرام کا کردار معاشرے میں تنزلی کا شکار ہورہا ہے اور مصلح علماء کرام اپنا کلیدی کردار ادا کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں، بہتری کے باوجود اگر ہمارا معاشرہ تعمیر واصلاح کی طرف گامزن نہیں ہے تو اس پر معاشرتی رویوں میں ہمیں بجاطور پر تشویش ہونی چاہئے ان اسباب کی جستجو کرنا چاہئے جو معاشرے کی تعمیر میں رکاوٹ بن رہے ہیں اور ہمیں اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے کیونکہ جب مصلحین ہی اپنا کردار ادا نہ کرپائیں تو معاشرے کی تباہی یقینی ہوجاتی ہے۔

> **معاشرہ تو نام ہی تبدیلیوں کا ہے، جب معاشرہ اور اس کے تقاضے تبدیل ہوتے رہتے ہیں تو یقیناً اس کی تعمیر واصلاح کے طریقے بھی ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہ سکتے**

آج کے معاشرے میں جس طرح اسلامی عقائد اور احکامات کی تشریحات کی غلط توجیہات کو ریسرچ قرار دے کر عوام کو گمراہ کیا جارہا ہے اور جس طرح مختلف گروہ اپنی من چاہی کارروائیوں کو اسلام سے جوڑ رہے ہیں اور بے بنیاد پروپیگنڈا کرکے اسلام کے روشن چہرے کو داغدار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تو ان حالات میں علماء کرام کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ ہمارے خیال میں علماء کرام اور طلباء سمیت مذہبی طبقہ میں موجود شدت اور سختی بھی ہمارے راستے کی رکاوٹ ہے، ہمیں یہ تسلیم کرلینا چاہئے

کہ مذہبی طبقہ بنیادی طور پر شدت اور سختی کا قائل ہے اور ہمارے رویوں کی یہ شدت ہمیں معاشرے میں تنہا کرنے کا سبب بن رہی ہے، اپنے عقائد اور اصول میں شدت سے کار بند ہونا ایک بہت بڑی خوبی ہے جس کی تحسین کی جانی چاہئے لیکن کسی دوسرے کی اصلاح کرتے ہوئے سختی کرنا خصوصاً آج کے دور میں ایک ایسا عیب ہے جو رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔

آج کے معاشرے میں جدید ذرائع ابلاغ (جسے ہم میڈیا بھی کہتے ہیں) کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے عوام کی ذہن سازی کرنے کی صلاحیت حاصل کر لی ہے اور ان کا کردار روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، مسلمانوں کی گھریلو زندگی میں میڈیا ایک فرد کے طور پر شامل ہو چکا ہے۔ شاید کہ بیٹے کے گھر میں والد کو اتنی رسائی حاصل نہ ہو جتنی میڈیا کو حاصل ہو چکی ہے، آج کی دنیا میں اتنی رسائی حاصل کرنے والی اس طاقت سے علماء کرام اور مذہبی طبقہ کی اجنبیت فوائد

ایسے نوجوان علماء تیار ہوں جو جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال پر قدرت رکھتے ہوں اور میڈیا کی طاقت استعمال کر کے اسلام کی اشاعت یا کم از کم دفاع کرنے کا جذبہ رکھتے ہو

کے بجائے نقصان کا باعث ہے ہمارے مخالفین اس ذریعے کو استعمال کر کے اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں آخر ہم کب تک اس زہریلی تحریک کو برداشت کریں گے جو ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں کو منتشر کرنے اور اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا باعث بن رہے ہیں ہمیں ایسے نوجوان علماء تیار کرنے ہوں گے جو جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال پر قدرت رکھتے ہوں اور میڈیا کی طاقت استعمال کر کے اسلام کی خدمت یا کم از کم دفاع کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں آج ایسے علماء کرام ہماری ضرورت ہیں جو اپنے پر تاثیر کلام' عمدہ دلائل اور خوبصورت انداز سے اسلام کی خوبیوں پر روشنی ڈال سکیں' آج معاشرے کو ایسے نوجوان علماء کی ضرورت ہے جو فکر و عقل اور دلائل کی طاقت سے اسلام کی خدمت کر سکیں' ایسے عالم جو اخلاق و کردار کی بلندی کے ساتھ خوش اخلاقی اور مروت کا ہتھیار استعمال کر کے نوجوانوں کی اصلاح کر سکیں۔

میڈیا فاؤنڈیشن

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کی ضرورت، اہمیت، اثرات اور فوائد ونقصانات سے کون واقف نہیں؟......میڈیا ایک ایسی دودھاری تلوار ہے جس سے حق کی سربلندی، دین کی نشرواشاعت، مظلوم کی حمایت اور حقوقِ انسانی کے تحفظ کا کام بھی لیا جاسکتا ہے اور اسے منفی مقاصد، فحاشی وعریانی کے فروغ، استعمار کی غلامی اور بے راہروی کو عام کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ موجودہ دور میں میڈیا اور ذرائع ابلاغ کو منفی سرگرمیوں کیلئے استعمال کیا جارہا ہے جس کے اثرات پوری قوم محسوس کررہی ہے ایسے حالات میں میڈیا کو اسلام کی ترویج واشاعت کیلئے استعمال کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ ہمارے اسلاف نے اس میدان میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔

ایک وقت تھا جب اہل علم اور اہل دین قلم کے شہسوار اور آسمان صحافت کے جگمگاتے ستارے ہوا کرتے تھے۔ برصغیر کی صحافت میں مولانا ابوالکلام آزاد سے مولانا ظفر علی خان تک اور مولانا محمد علی جوہر سے شورش کاشمیری تک جتنے بڑے نام ہیں وہ سب اربابِ علم وفکر، اہلِ دین ودیانت اور حق گوئی وبے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ برصغیر میں علماء کرام نے اردو صحافت کی بنیاد ڈالی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ میڈیا نے دور حاضر میں فرد اور قوم کی ذہن سازی کی صلاحیت حاصل کرلی ہے اور ہر گھر میں میڈیا اتنا سرایت کرچکا ہے کہ عقل دھنگ رہ جائے اس دور میں علماء کرام پر لازم ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ کو دین کی دعوت کے وسیلے کے طور پر استعمال کریں اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ طبقۂ علماء اس فن کو اچھی طرح سیکھیں پرنٹ میڈیا میں کام کرنے کی روایت کافی پرانی ہونے کے باعث علماء وطلباء کو اس سے کافی واقفیت ہے۔ ہمیں الیکٹرانک میڈیا پر بھرپور توجہ دینا ضروری ہوگیا ہے، اس سلسلے میں مجلس صوت الاسلام نے میڈیا فاؤنڈیشن کے نام سے ابتدائی کام کا آغاز کیا ہے کہ تربیت علماء کورس میں جدید فضلاء اور نوجوان علماء کرام کو

☆ فن اسلوب کلام
☆ فن تقریر اور اس کے اصول ومبادی
☆ اردو کی ضرب الامثال اور ان کا برمحل استعمال
☆ اردو ادب کی کتب کا مطالعہ اور لہجوں کی درستگی، جملوں کا صحیح استعمال
☆ فن خطابت میں دلچسپی رکھنے والے نوجوان علماء کرام کے مابین مختلف موضوعات پر مکالمہ اور مشاعرے

یہ کام فی الحال ابتدائی مرحلے میں ہے اس شعبے کے لیے مستقل بنیادوں پر اسٹوڈیو کے قیام کا منصوبہ زیر غور ہے۔ اور علماء کرام کے لیے الیکٹرانک میڈیا کے معروف اینکرز کی خدمات حاصل کی جارہی ہیں تاکہ علماء کرام عہد حاضر کے اسلوب کے مطابق بہترین گفتگو کا فن سیکھ سکیں اور اس میدان میں اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو استعمال کرسکیں۔

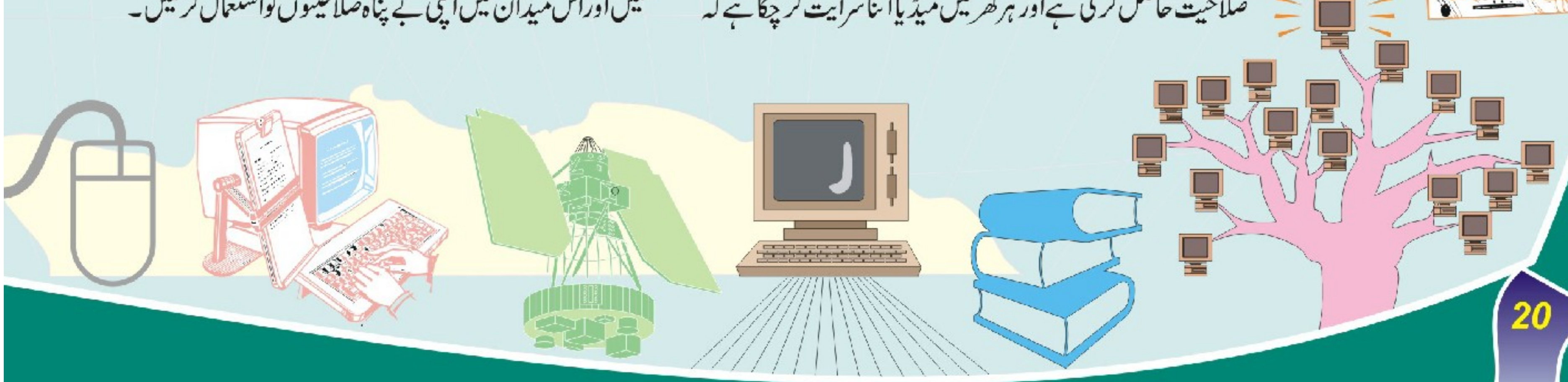

میڈیا فاؤنڈیشن

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کی ضرورت، اہمیت، اثرات اور فوائد ونقصانات سے کون واقف نہیں؟......میڈیا ایک ایسی دودھاری تلوار ہے جس سے حق کی سربلندی، دین کی نشرواشاعت، مظلوم کی حمایت اور حقوقِ انسانی کے تحفظ کا کام بھی لیا جاسکتا ہے اور اسے منفی مقاصد، فحاشی وعریانی کے فروغ، استعمار کی غلامی اور بے راہروی کو عام کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ موجودہ دور میں میڈیا اور ذرائع ابلاغ کو منفی سرگرمیوں کیلئے استعمال کیا جارہا ہے جس کے اثرات پوری قوم محسوس کررہی ہے ایسے حالات میں میڈیا کو اسلام کی ترویج واشاعت کیلئے استعمال کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ ہمارے اسلاف نے اس میدان میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔

ایک وقت تھا جب اہل علم اور اہل دین قلم کے شہسوار اور آسمان صحافت کے جگمگاتے ستارے ہوا کرتے تھے۔ برصغیر کی صحافت میں مولانا ابوالکلام آزاد سے مولانا ظفر علی خان تک اور مولانا محمد علی جوہر سے شورش کاشمیری تک جتنے بڑے نام ہیں وہ سب اربابِ علم وفکر، اہلِ دین ودیانت اور حق گوئی وبے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ برصغیر میں علماء کرام نے اردو صحافت کی بنیاد ڈالی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ میڈیا نے دور حاضر میں فرد اور قوم کی ذہن سازی کی صلاحیت حاصل کرلی ہے اور ہر گھر میں میڈیا اتنا سرایت کرچکا ہے کہ عقل دھنگ رہ جائے اس دور میں علماء کرام پر لازم ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ کو دین کی دعوت کے وسیلے کے طور پر استعمال کریں اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ طبقۂ علماء اس فن کو اچھی طرح سیکھیں پرنٹ میڈیا میں کام کرنے کی روایت کافی پرانی ہونے کے باعث علماء وطلباء کو اس سے کافی واقفیت ہے۔ ہمیں الیکٹرانک میڈیا پر بھرپور توجہ دینا ضروری ہوگیا ہے، اس سلسلے میں مجلس صوت الاسلام نے میڈیا فاؤنڈیشن کے نام سے ابتدائی کام کا آغاز کیا ہے کہ تربیت علماء کورس میں جدید فضلاء اور نوجوان علماء کرام کو

- ☆ فن اسلوب کلام
- ☆ فن تقریر اور اس کے اصول ومبادی
- ☆ اردو کی ضرب الامثال اور ان کا برمحل استعمال
- ☆ اردو ادب کی کتب کا مطالعہ اور لہجوں کی درستگی، جملوں کا صحیح استعمال
- ☆ فن خطابت میں دلچسپی رکھنے والے نوجوان علماء کرام کے مابین مختلف موضوعات پر مکالمہ اور مشاعرے

یہ کام فی الحال ابتدائی مرحلے میں ہے اس شعبے کے لیے مستقل بنیادوں پر اسٹوڈیو کے قیام کا منصوبہ زیرغور ہے۔ اور علماء کرام کے لیے الیکٹرانک میڈیا کے معروف اینکرز کی خدمات حاصل کی جارہی ہیں تاکہ علماء کرام عہد حاضر کے اسلوب کے مطابق بہترین گفتگو کا فن سیکھ سکیں اور اس میدان میں اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو استعمال کرسکیں۔

صحافت علماء کرام کے لئے کیوں ضروری ہے؟

تربیت علماء کورس کے شعبۂ صحافت نے صحافتی سرگرمیوں کو اجاگر کرنے اور علماء کرام کو اس طرف متوجہ کرنے کیلئے مثالی کام کیا ہے۔ الحمدللہ شعبۂ صحافت میں 40 علماء کرام پورا سال مستقل طور پر شریک رہے جنہیں

- ☆ کالم ومضمون نویسی
- ☆ رپورٹنگ
- ☆ ادارت (سبنگ)
- ☆ فیچرز وتجزیہ نگاری
- ☆ مانیٹرنگ
- ☆ ٹرانسلیشن
- ☆ سینئر اہل قلم کے لیکچرز
- ☆ صحافت اور انشاء پردازی کی تدریس
- ☆ تمام قومی اخبارات ورسائل وجرائد کے مطالعے کا ماحول
- ☆ فن صحافت پرمبنی تحقیقی ومعلوماتی کتب کی فراہمی

علاوہ ازیں اخبار ومیگزین کے تمام شعبوں میں کام کی ٹریننگ دی گئی اور عملی مشق کیلئے ہفت روزہ اور ماہنامہ میں کام کرنے کا موقع دیا گیا، شعبۂ صحافت کے قیام سے مجلس صوت الاسلام کے اہم مقاصد اور اہداف یہ تھے کہ

- ☆ علماء وطلباء کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور لکھنے کی عملی مشق کے لئے مناسب مواقع اور میدان مہیا کرنا۔
- ☆ علماء وطلباء کو الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں فعال کردار ادا کرنے کے لئے تیار کرنا۔
- ☆ علماء وطلباء کو تحقیق وتالیف اور تحریر وتصنیف کے حوالے سے مکمل رہنمائی مہیا کرنا۔
- ☆ علما وطلباء میں میڈیا کے حوالے سے موجود احساس کمتری اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرکے انہیں جہاد بالقلم کے لئے تیار کرنا۔
- ☆ دینی طبقات اور ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کے مابین حائل خلیج کو ختم کرنا۔
- ☆ علماء وطلباء کو عصر حاضر کے چیلنجوں سے آگاہ کرکے ان سے نمٹنے کے لئے تیار کرنا۔

تربیت علماء کورس کے شعبہ صحافت کے دو شرکاء کو معروف قومی روزنامے کے ذمہ دار شعبے میں کام کرنے کا اعزاز حاصل ہوچکا ہے۔

استحکام پاکستان

اِجتماعی فریضہ

عالم زیب قاسم

ہمارے گھر کے پاس امرودوں کا ایک بڑا باغ تھا۔ بچپن سے میں اسے دیکھتا آ رہا تھا اور ہمارا گھر بھی اس کے قریب ہی واقع تھا۔ بچپن اور لڑکپن میں جب برسات زوروں پر ہوتی تو اس باغ میں پانی کھڑا ہو جاتا اور امرود درختوں سے ٹوٹ کر پانی پر تیرتے دکھائی دیتے تو ہم سب دوست بہت خوش ہوتے تھے۔ ہم جلد ہی گھٹنوں گھٹنوں تک پہنچنے والے پانی میں گھس کر امرودوں سے گلی جھولیاں بھرتے۔ بعض امرود تیز بارش کے نتیجے میں زور سے پانی پر گرتے اور پانی میں پڑے تھوڑے سے پلپلے ہو کر اندر سے اپنی سرخی بھی دکھاتے تھے۔ ایسے امرودوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ انہیں ناکارہ سمجھ کر وہیں چھوڑ دیا جاتا تھا۔

ایک بار جب میری باغ کے بوڑھے مالی سے ان گلے سڑے امرودوں کے بارے میں بات ہوئی تو اس نے کہا ''کچھ بھی ضائع نہیں ہوتا۔ یہ امرود پانی میں گھل مل جاتے ہیں۔ نہ بھی گھلیں ملیں تو پھر پانی اترنے کے بعد مٹی میں مل کر کھاد بن جاتے ہیں۔ یہ ضائع کہاں ہوتے ہیں''

آج جب میں اپنی عمر کے آخری منزل قریب آ رہی ہے تو مجھے جب بھی امرودوں کا یہ باغ یاد آتا ہے اس کے ساتھ ایک اور منظر بھی آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔

ان دنوں جب ہمارا شہر ہمارا نہیں رہا تھا بلکہ انگریز اور ہندو کی سازش نے اسے ہندوستان کا حصہ بنا دیا تھا۔ ان دنوں بھی یہی تیرہ چودہ اگست اور اس کے بعد بہت زوروں کی بارشیں ہوتی تھیں۔ اس وقت بھی امرودوں کے اس باغ بہت امرود بارشوں سے ٹوٹے اور باغ میں جمع ہونے والے پانی میں تیر رہے تھے۔ اس منظر کو بھی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا لیکن اس بار میں باغ میں ان امرودوں کو اٹھانے اور اپنی جھولی بھرنے کے لئے نہیں گیا تھا۔ جی ہی نہیں چاہتا تھا۔ باغ کی ٹوٹی ہوئی اکھڑی اینٹوں کی دیوار پر بیٹھا میں بہت دیر تک امرودوں کو پانی پر تیرتے اور آسمان سے برستی بارش کو دیکھتا رہا تھا۔

اور پھر ہمیں اپنا محلّہ چھوڑنا پڑا۔ شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں ریلوے لائن کے آس پاس ان گنت لوگ جمع تھے۔ سب پاکستان جانے والی ریل گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔ ان گنت لوگ تھے جو سب کچھ لٹا کر آ گئے تھے۔ ہر شخص پاکستان پہنچنا چاہتا تھا۔

میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ سب جانتے ہیں کہ کیا کچھ ہوا۔ اس سلسلے میں جتنا بتایا جائے کم ہے۔ میں تو دو مختلف مناظر کی یاد تازہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ وہ منظر ہیں جو میرے دل پر ثبت ہو چکے ہیں۔ اور مرتے دم تک محفوظ رہیں گے۔

پھر ریل گاڑی آئی۔ انسان بھیڑ بکریوں کی طرح اس میں سوار ہوئے۔ بہت سے سوار ہوئے لیکن پھر بھی بہت سے سوار ہونے سے رہ گئے۔ ریل گاڑی کے ڈبوں کی چھتوں پر لوگ بیٹھے تھے۔ اور پھر گاڑی چل نکلی......لوگوں نے قدرے اطمینان کا سانس لیا

> **پاکستان کے استحکام اور دفاع کے لئے اسی جذبے کی ضرورت ہے جو 1947ء میں دکھایا گیا تھا**

لیکن جب یہ گاڑی بار بار رکتی تھی تو بتایا جاتا تھا کہ آگے خطرہ ہے اس لئے ریل گاڑی روک دی گئی ہے۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح اس ریل گاڑی نے کچھ فاصلہ طے کیا تو شام سر پر آ گئی اور گاڑی ایک ویران سے علاقے میں رک گئی۔ میں اس وقت چوبیں پچیس برس کا تھا۔ جوان لیکن صدموں اور بھوک نے کمزور کر رکھا تھا۔ ریل کے ڈبے میں میری والدہ اور میری ایک بہن میرے ساتھ جڑی ہوئی بیٹھی تھیں۔ان کے چہروں پر ایسا خوف تھا۔ جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ سوکھے ہونٹوں سے دعائیں مانگ رہی تھیں۔ اور پھر اچانک خاموش فضا میں وحشیانہ غیری انسانی نعرے گونجنے لگے اور پھر گولیاں چلنے لگیں۔

ریل گاڑی کو لوٹ لیا گیا۔عورتوں بچوں بوڑھوں جوانوں کو قتل کیا گیا۔ جانے کتنی عورتیں اغواء کر لی گئیں۔ جان بچانے کے لئے بہت سے لوگ منہ اٹھائے بھاگنے لگے۔ بہت سے مارے گئے بہت سے ایسے تھے جنہیں آگے جا کر مرجانا تھا۔ میں نہیں جانتا کیا ہوا...... وہ ڈبے میں سوار ہوئے اور پھر جب میں نے اپنی ماں اور بہن کو بچانے کی کوشش کی تو انہوں نے مجھ پر وار کر دیا...... میری ماں کو انہوں نے میرے سامنے شہید کر دیا۔ اور پھر جانے مجھ میں یکدم اتنی طاقت کیسے آ گئی کہ میں نے زخمی ہونے کے باوجود ایک سکھ سے برچھی چھین کر اپنی بہن کو اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں اس لمحے کو نہیں بھول سکتا۔ اپنی بہن کو مرتے دیکھ کر میں بہت خوش ہو رہا تھا۔ کیونکہ اس کی عزت محفوظ رہ گئی تھی۔ سکھ اور ہندو لوٹ مار اور قتل و غارت میں مصروف تھے۔ جب کسی نے مجھے زور سے دھکا دیا اور میں گاڑی کے ڈبے سے باہر گر گیا۔ چاروں طرف چیخیں گونج رہی تھیں۔ تاریکی گہری ہو رہی تھی...... زخمی حالت میں میں بھی تاریکی کا دامن پکڑے ایک طرف چل دیا۔ منزل کی خبر تھی نہ راستے کا علم لیکن لڑکھڑاتا ہوا چلتا رہا۔ آہیں چیخیں اور کراہیں میں دور ہوتی چلی گئی۔

اور پھر میں گر گیا......

جب میری آنکھیں کھلی تو میں نے دیکھا کہ آسمان پر ستارے چمک رہے ہیں۔ان چمکتے ستاروں کو دیکھ کر جانے مجھے کیا ہوا کہ میں بے اختیار زور زور سے رونے لگا۔ جانے میں کب تک روتا رہا۔ پھر آہستہ سے اٹھا اور چلنے لگا...... میری کوشش تھی کہ میں ریل کی پٹڑی کے ساتھ ساتھ چلوں لیکن اس سے دور بھی رہوں کیونکہ میں آبادی سے دور رہنا چاہتا تھا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ میں تھک کر کسی جھاڑی کے پیچھے یا خشک نالے میں لیٹ گیا۔ یونہی چلتے رکتے اور سانس لیتے میں ایک چھوٹے سے باغ کے قریب جا نکلا...... سامنے سے درختوں کا جھنڈ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ دن چڑھ آیا تھا۔ روشنی تیز ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ میں اس باغ میں جا کر درختوں کے جھنڈ میں چھپ کر شام تک وقت گزاروں۔ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا جب میں اس باغ کے قریب پہنچا تو میں اچانک دم بخود ہو کر کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ میرے سامنے ایک جوہڑ تھا...... خاصا گہرا دکھائی دیتا تھا۔لیکن ایسے جوہڑ تو میں نے اپنی زندگی میں کئی بار دیکھے تھے۔اس جوہڑ نے مجھے اگر ششدر کر دیا تھا تو یہ جوہڑ نہیں تھا بلکہ اس جوہڑ میں تیرنے والی بچوں عورتوں اور مردوں کی لاشیں تھیں۔ ان میں سے بہت سی لاشیں ایسی تھیں۔ جن کے پیٹ پھٹے ہوئے تھے۔ خون پانی کی سطح پر جمع ہوا تھا۔ یہ سب مسلمان تھے۔ یہ کوئی مسلمانوں کا ایسا قافلہ تھا جس پر ظالموں نے حملہ کر دیا تھا اور وہ جان بچانے کے لئے بھاگے تھے۔ یقیناً اس میں سے بہت سے زخمی ہو کر جان بچانے کے لئے جوہڑ میں کود پڑے تھے اور ایسے بھی ہوں گے۔ جنہیں قتل کرنے کے بعد ظالموں نے جوہڑ میں پھینک دیا تھا۔

میرے گھٹنوں نے جواب دے دیا اور میں زمین پر گر پڑا کوشش اور ارادے کے باوجود میں اپنی نظریں جوہڑ میں تیرنے والی۔ کیڑ میں دھنسی لاشوں سے نہ ہٹا سکا۔ میں خشک آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہا...... دیکھتا رہا...... اور پھر جانے کب میں نے سوچا کہ وہاں میرا اس طرح بیٹھنا میرے لئے نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ میں ہمت کر کے اٹھا اور پھر باغ کا رخ کرنے کے بجائے جدھر قدم اٹھے چل پڑا۔اب میں موت کے خوف سے بے نیاز ہو چکا تھا۔اب مجھے کسی کا ڈر نہ رہا تھا۔ میں چلتا رہا...... چلتا رہا...... اور پھر...... میں نے ایک قافلہ دیکھا جو پاکستان جا رہا تھا۔ ان سب کے چہرے ویسے ہی تھے جیسے ریل گاڑی میں سوار ہونے والوں کے تھے۔ خوفزدہ، سہمے ہوئے، کمزور اور لاغر...... میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ کسی نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں بھی تو ان جیسا تھا۔ کچھ پوچھنے کی کسی کو ضرورت ہی کیا تھی...... اور پھر پوچھنے کے لئے رکھا ہی کیا تھا......

جب ہم کسی نہ کسی طرح پاکستان پہنچنے میں کامیاب ہوئے تو میں مہاجروں کے کیمپ میں ایک جگہ لیٹ گیا۔ جانے کب تک لیٹا رہا۔ کچھ رضا کار آئے وہ

> **قوموں کی تاریخ میں عروج و زوال آتے رہتے ہیں مگر وہی قوم ترقی کرسکتی ہے جس کی قیادت مخلص اور قوم متحد ہو ہمیں یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنی ہوں گی**

مجھے کھانے پینے کو کچھ دے گئے۔ میرے زخموں کی مرہم پٹی کردی۔ مجھ سے کچھ باتیں پوچھنے کی کوشش کی تسلی دی تو میں نے کہا ''میں اکیلا ہی ہوں' اکیلا' میری ماں اور بہن شہید ہوچکی ہیں'' وہاں بہت سے میرے جیسے تھے۔ سب کا غم ایک تھا...... اس مہاجر کیمپ میں میں اب راتوں کو سونہیں سکتا تھا۔ جب نیند آتی تو خواب میں دیکھتا...... باغ میں پانی جمع ہے اور سرخ سرخ کٹے ہوئے امرود پانی پر تیر رہے ہیں۔ پھر یہ امرود یکدم انسانی لاشوں میں تبدیل ہوجاتے۔ کٹی پھٹی لاشیں...... ویسی ہی لاشیں جیسے میں نے اس جوہڑ میں دیکھی تھیں۔

کئی دنوں تک یہی خواب میں دیکھتا رہا۔ ایک ہی خواب' بار بار...... ایک دن ایک بوڑھے شخص نے مجھ سے کہا۔

''جوان میں کئی دنوں سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ اب تو تم ٹھیک ہوگئے ہو۔ زخم بھر رہے ہیں۔ پھر بھی تم سارے کیمپ میں ایک ہی جگہ بیٹھے یا لیٹے رہتے ہو۔ رات کو بھی میں نے تمہیں کئی بار ہڑبڑا کر اٹھتے دیکھا ہے۔ جوان حوصلہ کرو' جو ہونا تھا ہوگیا۔ اب تمہیں اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرنی چاہئے۔ جوان ہو پاکستان کو تمہاری ضرورت ہے...... کوئی خاص بات ہے تو مجھے بتاؤ'' میں خود اس بوڑھے کو کئی دنوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ بھی کوئی نہیں تھا۔ اکیلا ہی پڑا رہتا تھا۔ میں نے اسے اپنی داستان سنائی تو کہنے لگا۔

''میری دو بیٹیاں' تین بیٹے چار پوتے پوتیاں اور تین نواسے شہید ہوئے ہیں۔ میری بیوی اپنے ایک پوتے کو بچانے کے لئے اس کے سامنے کھڑی ہوگئی اور وہ بھی شہید ہوگئی۔ میں اس لئے بچ گیا کہ بوڑھا تھا اور زخمی ہوکر بے ہوش ہوگیا تھا۔ شاید مجھے مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے...... اس کے باوجود مجھے زندہ رہنا ہے۔ پاکستان کے لئے......''

''تم کیا کروگے بابا'' میں نے اس سے پوچھا تھا۔ ''محنت مزدوری کروں گا۔ کسی پر بوجھ نہیں بنوں گا۔ پاکستان پر نہیں ڈالوں گا'' میں نے اسے اپنے امرودوں کے باغ' جوہڑ میں تیرتی ہوئی لاشوں اور اپنے خواب کے بارے میں بتایا وہ کہنے لگا۔

''وقت آئے گا جب یہ خواب اپنے آپ کو نہیں دہرائے گا...... تم امرودوں کے باغ اور جوہڑ میں تیرتی لاشوں کو بھول جاؤ گے۔ آج جو چیزیں تمہارے حواش پر سوار ہیں۔ کل وہ تم فراموش کر چکے ہو گے...... لیکن وہ بات جو تمہارے باغ کے مالی نے بتائی تھی۔ اسے ہمیشہ یاد رکھنا اور ان دونوں مناظر کو بھی...... ہاں...... ان مناظر کو دوسروں تک پہنچنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ تمہیں پاکستانیوں کو بتانا ہوگا کہ کیسے کیسے لوگ تھے جو پاکستان کی راہ میں مارے گئے۔ جس طرح وہ امرود بے کار نہیں جاتے تھے۔ اسی طرح وہ لاشیں جو جوہڑ میں تیر رہی تھیں۔ وہ پاکستان کو ہمیشہ یاد دلاتے رہنا۔ ان دونوں مناظر کو کبھی نہ بھولنا بلکہ ان دونوں مناظر میں جو معنی ہیں جو پیغام ہے وہ عام کردینا...... ہاں...... وہ خون جو پاکستان کے لئے بہا رائیگاں نہیں جائے گا۔ سنا...... وہ ہمیں طاقت بخشے گا۔ ظالموں کا مقابلہ کرنے کی توانائی بخشے گا۔ وہ جو پاکستان کی راہ میں لٹے' مارے گئے' شہید ہوگئے۔ وہ سب پاکستان کے لوگوں کو یاد رہنے چاہئیں...... اگر ہم انہیں بھول گئے تو پھر ہمارا خدا ہی حافظ ہے......''

میں اس بوڑھے کے ساتھ کیمپ سے نکلا تھا۔ ہم دونوں نے محنت مزدوری شروع کی اور پھر ایک چھوٹے سے قصبے میں آباد ہوگئے۔ مرنے سے پہلے اس بوڑھے نے ہی باپ بن کر میرے لئے رشتہ تلاش کیا اور میری شادی کرائی۔ جب وہ مرا تو میں نے یوں محسوس کیا جیسے میرا باپ مرگیا ہے۔ اس کی بات میں کبھی نہیں بھولا۔ بعض لوگ مجھے خبطی بھی کہتے ہیں لیکن میں امرودوں کے باغ اور لاشوں والے جوہڑ کو کبھی نہیں بھولا۔ سب کو سناتا رہتا ہوں۔ کوئی چڑ بھی جائے تو ضرور سناتا ہوں' ہاں یہ دو مناظر ہیں۔ جنہیں پوری معنویت کے ساتھ پاکستان کی ہر نسل کے دلوں پر نقش ہونا چاہئے۔''

ایک ہی راستہ

جب کسی ملک کے رہنے والوں میں اتنا تضاد موجود ہو جتنا ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں تھا تو سیاسی نظام کو چلانے کے تین ممکن راستے ہوتے ہیں۔

الف: طاقت ور گروہ یا قوم دوسرے پر غالب آجائے اور اپنے اندر اس انداز سے جذب کرلے کہ اس کی انفرادیت ختم ہوجائے۔ یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ جو چھوٹی قوم یا گروہ اتنا کمزور ہو کہ وہ اپنے اصولوں اور اداروں کا دفاع نہ کرسکے یا اندرونی خلفشار اتنا ہو کہ اس کے اداروں اور اصولوں کی بنیادیں کھوکھلی ہوجائیں۔

ب: کوئی ایسا سیاسی فارمولا تیار کرلیا جائے کہ متعلقہ گروہ اور قومیں اپنے مخصوص دائرہ میں رہ کر اپنے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں' یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ اگر متعلقہ قوموں میں اعتماد کی فضا برقرار ہو اور وہ ایک دوسرے کے اصولوں اور اداروں کا احترام کرتی ہوں اور اپنے مخصوص دائرے میں ان کی نشوونما کے خلاف نہ ہوں' اس کے علاوہ ایسا فارمولا صرف اسی صورت میں تیار ہوسکتا ہے کہ '' کچھ لو اور کچھ دو،، کے اصول پر عمل کیا جائے۔

ج: اگر مندرجہ بالا دونوں طریقوں میں سے کسی پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو صرف ایک راستہ باقی رہ جاتا ہے، ہر گروہ یا قوم کو مخصوص خطہ وزمین دی جائے اور انہیں اپنا ملک بنانے کی اجازت دی جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کے بعد متعلقہ مملکتوں کے تعلقات خوشگوار رہیں اور وہ ماضی کی تلخیوں کو نظر انداز کردیں۔،،

ان تینوں اصولوں کی روشنی میں ہندوؤں کی خواہش پہلے اصول پر عمل پیرا ہونے میں تھی جبکہ مسلمان تیسرے اصول پر کاربند تھے۔

مولانا صاحب گل

قیام پاکستان میں علماء کا کردار

ڈاکٹر محمود احمد غازی

تحریک پاکستان میں علماء اور بزرگان دین کی شرکت اور حصہ تاریخ پاکستان کا ایک نہایت روشن باب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تحریک پاکستان کو عوامی سطح پر غیر معمولی پذیرائی اسی وقت ملی جب اس میں برصغیر کے علماء کرام اور مشائخ عظام نے اپنے ہزاروں بلکہ لاکھوں ساتھیوں اور مریدوں کے ساتھ شرکت فرمائی۔ اس حقیقت کا اعتراف مسلم لیگ کی اعلیٰ ترین قیادت کی سطح پر کیا گیا اور خود قائداعظم محمد علی جناح، شہید ملت لیاقت علی خان، نواب اسماعیل خان اور مسلم لیگ کے دوسرے اعلیٰ قائدین نے مختلف سطحوں پر علماء کرام سے براہ راست روابط قائم کئے۔ تحریک پاکستان کے بہت سے نامور مؤرخین نے جن میں سب سے نمایاں نام ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم کا ہے۔ علماء کرام کی ان خدمات کا دل کھول کر اعتراف کیا۔ دستاویزات قائداعظمؒ میں ایسی بہت سی دستاویزات موجود ہیں جو اس حقیقت کی زندہ گواہ ہیں۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ انھی علماء کی فکری اور عملی کاوشوں سے پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اس حقیت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اگر حکیم الاسلام مجدد ملت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کا عالی قدر خانوادہ برصغیر کے مسلمانوں کو علمی، فکری اور عملی طور پر تیار نہ کرتا، اگر مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء ہندوستان میں جہاد کی روح بیدار نہ کرتے، اگر حضرت امداداللہ مہاجر مکی اور ان کے ہزاروں تلامذہ اور منتسبین 1857ء کے جہاد میں حصہ نہ لیتے تو اور بعد میں مسلمانان برصغیر کی دینی اور فکری تربیت کے لئے اپنے آپ کو وقف نہ کردیتے تو پاکستان اتنی آسانی سے وجود میں نہیں آسکتا تھا۔

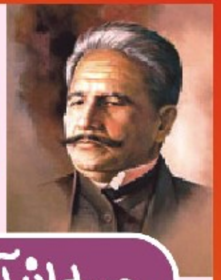

اسلام زندہ قوت ہے

مسلمان آزادی پسند ہوتے ہیں، علامہ اقبال کا خطبۂ الہ آباد

دسمبر 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کے لئے علامہ اقبال کا نام تجویز کیا گیا۔ جو الہ آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں علامہ اقبال نے ایک فصیح اور بلیغ خطبہ دیا جس کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

''میں نے اپنی زندگی کا زائد حصہ اسلام اور اسلامی فقہ و سیاست، تہذیب و تمدن اور ادبیات کے مطالعے میں صرف کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس مسلسل اور متواتر تعلق کی بدولت، جو مجھے تعلیمات اسلامی کی روح سے رہا ہے۔ میں نے اس امر کے متعلق ایک خاص بصیرت پیدا کرلی ہے کہ ایک عالمگیر حقیقت کے اعتبار سے اسلام کی حیثیت کیا ہے۔ اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل و وطن کی قیود سے آزاد کرسکتی ہے۔ اسلام ایسا پرکشش مذہب ہے جس کو صرف عبادت کا مذہب کہنا بہت بڑی غلطی ہے، یہ امر کس قدر افسوسناک ہے کہ اب تک ہم نے باہمی اشتراک و تعاون کی جس قدر کوششیں کی ہیں، سب ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ دلوں میں ذات پات کی تنگی اور فرقہ آرائی کی ہوس بدستور کام کررہی ہے۔ ہندوستان کے مختلف مذاہب اور متعدد جاتیوں میں اس قسم کا کوئی رجحان موجود نہیں ہے کہ وہ اپنی انفرادی حیثیت کو ترک کرکے ایک وسیع جماعت کی صورت اختیار کرلیں۔ لہٰذا ہندوستان میں ایک متوازن اور ہم آہنگ قومی نشوونما کی طرح مختلف ملتوں کا وجود ناگزیر ہے کیونکہ ہندوستان مختلف اقوام کا وطن ہے، جن کی نسل، زبان، مذہب سب ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ مغربی ممالک کی طرح ہندوستان کی یہ حالت نہیں ہے کہ اس میں ایک قوم آباد ہو، وہ ایک ہی نسل سے تعلق رکھتی ہو، اور اس کی زبان بھی ایک ہی ہو۔ مسلمانوں کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ وہ اپنی ترقی کی راہ میں آزادی کے ساتھ قدم بڑھائیں لیکن یہ اس مرکزی حکومت کے ماتحت ممکن نہ ہوگا، جسے قوم پرست ہندو ارباب سیاست محض اس لئے قائم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کو دوسری ملتوں پر ہمیشہ کے لئے غلبہ ہوجائے۔ غور سے دیکھا جائے تو ہندوستان میں کوئی واحد الجنس قوم نہیں ہے۔ پس یہ امر کسی طرح بھی نامناسب نہیں کہ مختلف ملتوں کے وجود کا خیال کئے بغیر ہندوستان کے اندر ایک اسلامی ہندوستان قائم کریں۔' اس لئے ''میں مسلمانان ہندوستان کو کبھی یہ رائے نہیں دوں گا کہ وہ ایسے نظام حکومت سے خواہ وہ برطانوی ہو یا ہندی، اظہار اتفاق کریں، جو حقیقی فیڈریشن کے اصول پر مبنی ہو، یا جس میں ان کے جداگانہ سیاسی وجود کو تسلیم نہ کیا جائے۔ میری ان تجاویز سے نہ انگریزوں کو پریشان ہونا چاہئے۔ نہ ہندوؤں کو، اسلام سب کے حقوق کا محافظ ہے۔ میں صرف ہندوستان اور اسلام کی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظّم اسلامی ریاست کا مطالبہ کررہا ہوں اس سے ہندوستان کے اندر توازنِ قوت کی بدولت امن و امان قائم ہوجائے گا۔،،

پاکستان

ایک نظر میں

دارالحکومت: اسلام آباد

قومی پرچم : سبز ہے۔ابتدائی حصہ سفید ہے جو پاکستان میں اقلیتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔سبز حصے میں چاند اور ستارہ ہے۔ پرچم کا ڈیزائن پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے تیار کیا تھا جسے سب نے متفقہ طور پر قبول کیا تھا۔

قومی ترانہ : ''......پاک سرزمین شاد باد......''

تحریر : حفیظ جالندھری

معاشی خلاصہ (Economic Summary):

GDP/PPP : 282بلین ڈالر

فی کس سالانہ آمدنی : 2,000ڈالر

آمدنی میں اضافہ : 4.8فیصد

افراطِ زر : 10.25فیصد

بیروز گاری : 8فیصد

According to Federal Bureau of Statistics لیبرفورس سروے:40 ملین، بڑی تعداد میں پاکستانی مشرق وسطیٰ میں ملازمت کر رہے ہیں، نیز یورپی اور امریکی ممالک میں بھی روزی کما رہے ہیں۔

آئینہ تاریخ

14 اگست1947ءکو رات کے ٹھیک 12 بجے پاکستان براڈ کاسٹنگ کے پہلے اناؤنسر مصطفیٰ علی ہمدانی کی آواز میں ریڈیو پاکستان لاہور سے پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا۔ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح تھے اور پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان بنے۔ 11 ستمبر 1948ءکو قائداعظم وفات پاگئے۔ 16 اکتوبر 1951ءکو لیاقت علی خان کو راولپنڈی میں گولی کا نشانہ بنایا گیا اور شہید کر دیئے گئے' پھر خواجہ ناظم الدین پاکستان کے دوسرے وزیر اعظم بنے۔انہوں نے1953ءمیں استعفیٰ دے دیا اور1964ءمیں وفات پائی۔24اکتوبر 1954ءکو گورنر جنرل خواجہ محمد نے اسمبلی توڑ دی۔23 مارچ1956ءکو چوہدری محمد علی وزیر اعظم نے پہلا آئین پیش کیا۔1958ءمیں مارشل لاءکی ابتداء ہوئی۔27اکتوبر 1958ءمیں اسکندر مرزا صدر پاکستان کو اقتدار سے ہٹا کر محمد ایوب خان نے صدر کا عہدہ سنبھال لیا اور اسکندر مرزا کو جلاوطن کر دیا۔1962ءمیں ایوب خان نے نئے آئین کی منظوری دے دی۔1965ءمیں انتخابات ہوئے۔صدر ایوب بھاری اکثریت سے جیت گئے۔ 6 ستمبر1965ءکو بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا جس میں بھارت کو شکست ہوئی۔ایوب خان کے دور حکومت میں ملک میں ترقی ہوئی لیکن مشرقی پاکستان میں خاطر خواہ کام نہ ہوا جس سے ہڑتالوں کا زور ہوا اور ایوب خان نے صدر کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ جنرل یحییٰ خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا، پھر انتخابات کرائے گئے۔مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی بھاری اکثریت سے جیت گئی۔شیخ مجیب الرحمٰن کے 5 نقاط ملک کے لئے موافق نہیں سمجھے گئے۔اسی اثناء1971ءمیں بھارت نے ڈھاکہ میں فوجیں اتار دیں اور بنگلہ دیش کا قیام عمل میں آیا۔مغربی پاکستان سے اب صرف پاکستان رہ گیا۔ذوالفقار علی بھٹو ملک کے صدر بن گئے۔1973ءمیں ذوالفقار علی بھٹو نے وفاقی پارلیمانی دستور دیا۔ بڑی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا' زرعی اصلاحات نافذ کیں مگر ملکی معیشت کمزور رہی۔1977ء میں پھر انتخابات ہوئے جس میں پاکستان پیپلز پارٹی اکثریت سے جیت گئی۔ 5 جولائی 1977ءکو فوج برسر اقتدار آ گئی اور جنرل ضیاء الحق نے ملک کا تمام نظام اپنے کنٹرول میں کر لیا۔ پاکستان میں پیپلز پارٹی کے بانی اور ملک کے منتخب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو ایک سیاسی قتل میں ملوث کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ مقدمہ چلایا گیا اور آخر کار 4 اپریل

1979ءکوانہیں پھانسی دے دی گئی۔ یوں جنرل ضیاءالحق 11 سال تک صدر کی حیثیت سے براجمان رہے۔ 17 اگست 1988ءکوضیاءالحق طیارے کے ایک حادثے میں جاں بحق ہوگئے۔ ان کے بعد چیئرمین سینٹ غلام اسحاق خان صدر بن گئے۔ ضیاءالحق نے اپنے دورحکومت میں غیر سیاسی طرز کے ''انتخابات'' کرائے جسے تمام سیاسی جماعتوں نے مسترد کردیا' مگر محمد خان جونیجو وزیراعظم بن گئے۔ اس دوران ضیاءالحق نے اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے آٹھویں ترمیم تیار کروائی جس سے تمام اختیارات صدر کے پاس منتقل ہوگئے۔ 1988ء میں صدر نے محمد خان جونیجو کو بدعنوانی کے الزام میں ملوث کرکے برطرف کردیا اور نئے انتخابات کا اعلان کردیا۔ انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی پھر برسر اقتدار آ گئی مگر زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی اور برطرف کردی گئی۔ میاں محمد نواز شریف نے اسلامی جمہوری اتحاد کے پلیٹ فارم سے انتخاب لڑا' کامیاب ہوکر وزیراعظم بن گئے۔ 18 اپریل 1993ءکونواز شریف کو بھی برطرف کردیا گیا۔ 26 اپریل کو سپریم کورٹ نے حکومت کو بحال کردیا۔ اس دوران صدر غلام اسحاق خان اور وزیراعظم نواز شریف کے مابین کشیدگی پائی گئی' پھر صدر اور وزیراعظم کو رخصت کرکے انتخابات کرائے گئے جس کے نتیجے میں بےنظیر بھٹو وزیراعظم بن گئیں۔ کراچی میں لسانی فسادات شروع ہوگئے۔ منتخب نمائندوں نے قومی خزانے کو لوٹنا شروع کردیا۔ ملکی حالات خراب ہوتے گئے۔ آخر 5 نومبر 1996ءکو ملک کے صدر فاروق احمد خان لغازی نے پیپلز پارٹی کی حکومت ختم کردی اور نگران حکومت قائم کردی گئی جس کے نگران وزیراعظم ملک معراج خالد بن گئے۔ انہوں نے قوم سے 90 دن کے اندر انتخابات کروانے کا وعدہ کیا جو پورا ہوا۔ 3 فروری 1997ءکوانتخابات کرائے گئے۔ پاکستان مسلم لیگ بھاری اکثریت سے جیت گئی اور میاں محمد نواز شریف پاکستان کے وزیراعظم منتخب ہوگئے۔ جنہیں 12 اکتوبر 1999ءکو جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں مسلح افواج نے طیارہ ہائی جیکنگ کیس بناکر حکومت سے الگ کردیا اور جنرل پرویز مشرف نے چیف ایگزیکٹو کی حیثیت میں سربراہ حکومت کا عہدہ سنبھال لیا۔ پرویز مشرف نے 10 اکتوبر 2002ءکوالیکشن کرائے جس کے نتیجے میں مسلم لیگ (ق) برسراقتدار آ گئی پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار اسمبلیوں نے 5 سالہ مدت پوری کی اور 18 فروری 2008ءکو ہونے والے الیکشن کے نتیجے میں پیپلز پارٹی نے زیادہ نشستیں حاصل کیں' پی پی نے مسلم لیگ (ن) کے ساتھ مل کر مخلوط حکومت بنائی جس کے وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی ہیں۔

جمع وترتیب : سیف الرحمٰن، نجم الاسلام

محل وقوع : مشرق میں بھارت' شمال مغرب میں افغانستان' شمال میں چین' جنوب میں بحیرۂ عرب' مغرب میں ایران۔

رقبہ: 803,940 مربع کلومیٹر' زمینی رقبہ 778,720 مربع کلومیٹر۔

آبادی میں اضافہ : 2.86 فیصد

شرح پیدائش : 42.22 (ایک ہزار آبادی سے)

شرح اموات: 12.38 (ایک ہزار آبادی سے)

اوسط عمر 56.79 سال (مرد) 58.06 سال (عورت)

نسلی آبادی : پنجابی' سندھی' پختون' بلوچ' مہاجر

مذہب : اسلام۔ 97 فیصد مسلمان' 3 فیصد عیسائی' ہندو' پارسی ودیگر

تعلیم : 47 فیصد مرد' 21 فیصد خواتین تعلیم یافتہ ہیں۔

زبانیں : پنجابی 64 فیصد' سندھی 12 فیصد' پشتو 8 فیصد' اردو 7 فیصد' بلوچی اور دیگر زبانیں 9 فیصد بولی جاتی ہیں۔ اردو قومی زبان قرار دی گئی جو رابطہ زبان ہے۔

سربراہ مملکت : صدر

سربراہ حکومت : وزیراعظم

طرز حکومت : جمہوریت

61 سالہ عمر میں نصف سے زیادہ عرصہ ملک عزیز پر آمریت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا رہا جس سے ملک عزیز ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکا۔

انتظامی ڈویژن : 4 صوبے

قانون ساز ادارہ : نیشنل اسمبلی

سیاسی جماعتیں :

1۔ پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) 2۔ پاکستان مسلم لیگ (جونیجو گروپ) چٹھہ گروپ 3۔ پاکستان مسلم لیگ (فنکشنل گروپ) 4۔ پاکستان

مسلم لیگ (قیوم گروپ)5۔ پاکستان مسلم لیگ (قاسم گروپ)6۔قائداعظم مسلم لیگ 7۔ پاکستان پیپلز پارٹی 8۔ پاکستان پیپلز پارٹی (شہید بھٹو گروپ)9۔نیشنل پیپلز پارٹی 10۔ جماعت اسلامی پاکستان 11۔ جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)12۔ جمعیت علماء اسلام (سمیع الحق گروپ)13۔تحریک نفاذ فقہ جعفریہ۔14۔تحریک جعفریہ پاکستان۔ 15۔تحریک استقلال 16۔ پاکستان تحریک انصاف 17۔ جمعیت علماء پاکستان 18۔اتحاد مشائخ پاکستان 19۔جمعیت مشائخ پاکستان

اقلیتی سیاسی جماعتیں :

1۔ پاکستان اقلیتی فرنٹ۔2۔ پاکستان مسیحی عوامی پارٹی۔3۔ پاکستان مسیحی اتحاد۔ 4۔ پاکستان مسیحا پارٹی 5۔ پاکستان قومی مسیحی پارٹی

دفاع :

آرمی 520,000(1995ء کے اعداد و شمار)

پیراملٹری 275,000(نیشنل گارڈ' فرنٹیر کور' پاکستان رینجرز' کوسٹ گارڈ' میری ٹائم سکیورٹی)

نیوی 22,000' میرین فورس 1,200'

میری ٹائم سیفٹی ایجنسی 2,000' ایئر فورس 45,000

مواصلات: ایئر پورٹ 110، قابل استعمال 104۔

بندرگاهیں: 3، کراچی، گوادر، محمد بن قاسم

تجارتی بحری جهاز: 30

پائپ لائن: 250 کلومیٹر، خام تیل 4,044 کلومیٹر

قدرتی گیس: 885 کلومیٹر پٹرولیم پروڈکٹس۔

ریل ٹریک : 8,773 کلومیٹر

هائی ویز : 110,677 کلومیٹر

براڈ کاسٹنگ اسٹیشن: ٹی وی اسٹیشن

انٹرنیشنل ممبر شپ :

پاکستان 52 بین الاقوامی سماجی' مالیاتی اور فلاحی تنظیموں کا ممبر ہے۔

یوم آزادی : 14 اگست 1947ء میں برطانیہ سے آزاد ہوا۔

یوم جمهوریه : 23 مارچ

آب و هوا : مرطوب مون سون ہوائیں ملک کے بیشتر حصوں میں چلتی ہیں۔ ملک کے شمالی اور جنوبی حصے میں موسم خشک رہتا ہے۔ جہاں دسمبر سے مارچ تک موسم برسات رہتا ہے۔ باقی حصوں میں بارش موسم گرما میں ہوتی ہے۔

زرعی پیداوار : کپاس، گندم، چاول، گنا، مکئی، تیل نکالنے والے بیج، تمباکو، جو، باجرہ، دالیں، پھلوں میں آم، خربوزہ، خوبانی، آلوچہ، آلو بخارا، انار، سیب، مالٹا، کینو، انگور، کیلا، شہتوت، گریپ فروٹ، پپیتا، امرود، آڑو، املوک، لوکاٹ، ناشپاتی، لیموں، کھٹا، کھجور، مٹھا، فالسہ، چیکو، جامن، بیر، اسٹرابری، بادام، اخروٹ، پستہ، کاجو، مونگ پھلی، چلغوزہ، چیری، انجیر، گرما، سردا، لیچی، شریفہ، جاپانی پھل۔ سبزیوں میں آلو، بینگن، بھنڈی، پالک، پیاز، چقندر، سویابین، کدو، ککڑی، کھیرا، گاجر، مٹر، اروی، توری، ٹینڈہ، شکرقندی، شلغم، کچالو، کریلا، کھمب، کھل، پھول گوبھی، بند گوبھی، گانٹھ گوبھی، مولی، میتھی، سرسوں کا ساگ، لوبیا، لہسن، ادرک، پودینہ، سلاد، کچنار، ٹماٹر، لسوڑا، ریٹھا، مرچ، چولائی، باتھو، قلمی، سویا اور مگو کے ساگ، دھنیا۔ مصالحوں میں خشخاش، سونف، ہلدی، اجوائن، السی، زیرہ، گرم مصالحوں کی باقی اشیاء درآمد کی جاتی ہیں۔

معدنیات : قدرتی گیس' تانبا' چونے کا پتھر' خام لوہا' کوئلہ قلیل مقدار میں تیل' نمک (دنیا کا بہترین نمک) گندھک' سنگ مرمر' سرمہ' سلیکا' مینگنز یم۔

مصنوعات : ٹیکسٹائلز' کپڑا' ریڈی میڈ گارمنٹس' ادویات' چمڑے کی مصنوعات' پلاسٹک کی مصنوعات' کھاد' کیمیکل' زرعی ادویات' فوڈ پروسیسنگ' الیکٹرک اینڈ الیکٹرونکس پروڈکٹس' کھیلوں کا سامان' سرجری کا سامان' سیمنٹ' عمارتی سامان' لوہا' اسٹیل' گھی' قالین (ہاتھ سے بنے ہوئے) سوتی دھاگا' مشروبات' پھلوں کے جوس' مچھلی کی پروسیسنگ' کاغذ کی مصنوعات' پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ' صابن' کیمیکلز' سگریٹ۔

نامور شخصیات : پاکستان کے خالق ڈاکٹر محمد اقبالؒ (1938ء۔1873ء)' قائداعظم محمد علی جناحؒ (1948ء۔1876ء) لیاقت علی خان (1951ء۔1896ء) فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (74-1908ء)' ذوالفقار علی بھٹو (79-1928ء) ضیاء الحق (88-1924)ء فیض احمد فیض (84-1911ء)، ڈاکٹر عبدالقدیر خان' بے نظیر بھٹو' میاں محمد نواز شریف' مولانا فضل الرحمٰن' عمران خان۔

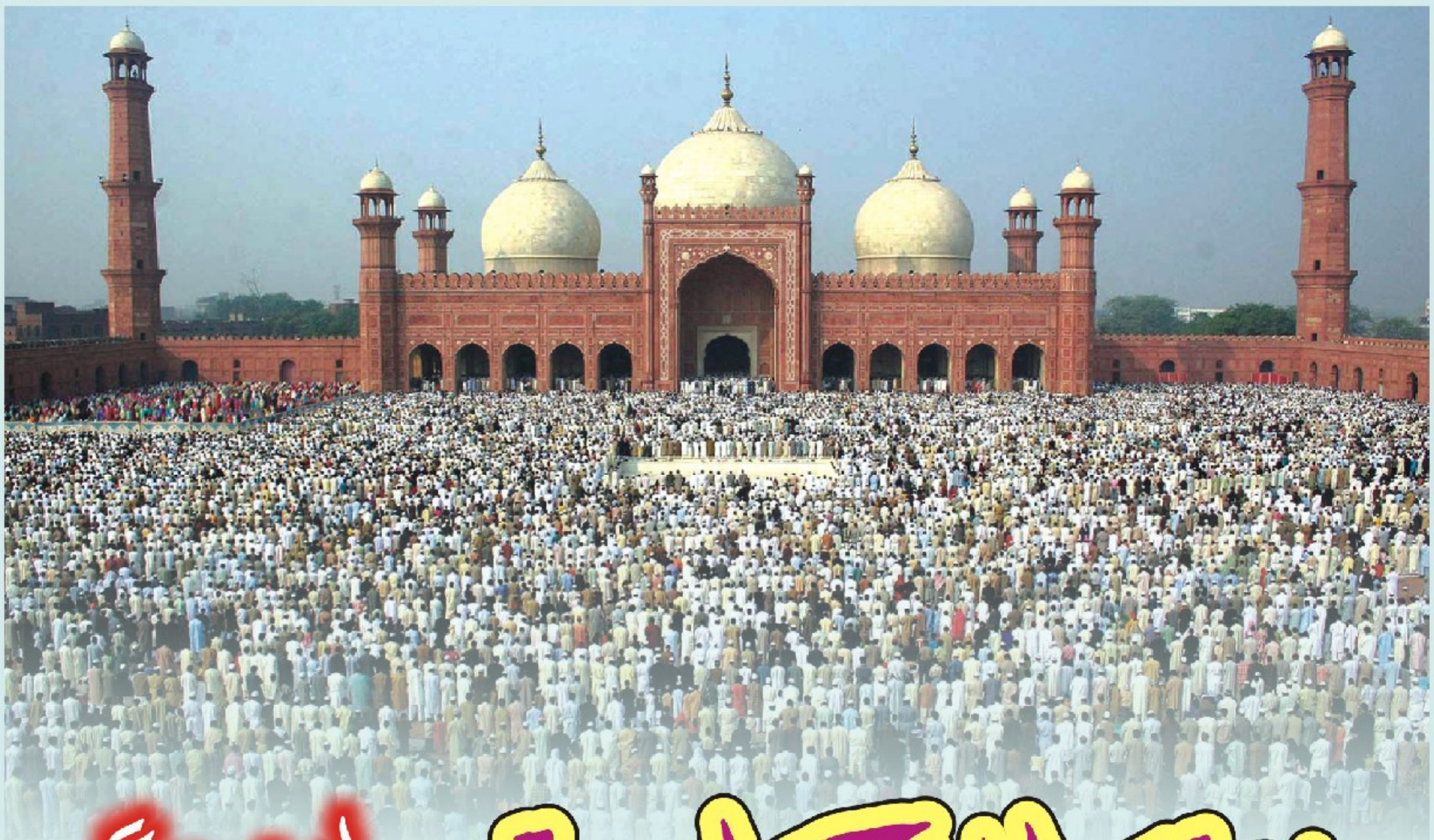

تاریخ کا انوکھا سفر

لہو رنگ داستانیں

آواز نہ نکالو!! ورنہ ....

ہمارا قافلہ ہجرت کر کے پاکستان کی طرف آ رہا تھا، اثنائے سفر میں سکھوں کا ایک جم غفیر مسلمان پناہ گزینوں کے قافلے کی طرف آتا دکھائی دیا مسلمانوں نے گھوڑوں پر سوار ہوکر سارے قافلے کو خبردار کیا، بہادر اور باہمت اشخاص مقابلے کیلئے نکلے اور جوانمردی کے ساتھ مزاحمت کرنے لگے۔ سکھوں کی تعداد سات آٹھ ہزار کے لگ بھگ تھی، ملٹری کے دستے بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے قافلے کے قریب پہنچتے ہی گولیوں کی بوچھاڑ شروع کردی، مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سکھوں نے آگے بڑھ کر قافلے کو گھیرے میں لے لیا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کردیا۔ چیخ و پکار، فریاد و فغاں کا ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، عورتیں، مرد اور بچے سراسیمہ ہوکر دریا کی طرف بھاگے اور دریا میں چھلانگیں لگا لگا کر اپنے آپ کو موجوں کے حوالے کرنے لگے۔ سکھ دریا کے کنارے پر گولیوں، برچھیوں، نیزوں، کرپانوں اور کلہاڑیوں سے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر رہے تھے۔ ادھر دریا کی موجیں پناہ ڈھونڈنے والوں کو اٹھا اٹھا کر موت کی آغوش میں لے رہی تھیں۔ عصر سے مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ سینکڑوں مسلمان سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ سینکڑوں نذر آب ہوگئے، مغرب کے قریب سکھوں کا جھتہ مال مویشی اور بیل گاڑیوں پر لدا ہوا سامان لے کر لوٹ گیا۔ اب ہر شخص اپنے عزیزوں کی تلاش میں سرگرداں پھرنے لگا۔ مجھے اپنی بیوی اور بچے دریا کی موجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے نظر آئے۔ بچے ماں کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے۔ بڑھ کر ان کے پاس پہنچا اور موجوں سے لڑتے ہوئے بمشکل انہیں کنارے تک لایا۔ میرے ہاتھ پاؤں شل ہوگئے۔ بیوی اور بچوں کو کنارے پر بٹھا کر میں والدہ کی تلاش میں نکلا۔ ان کی گود میں میرا چار سالہ بچہ اویس تھا۔ مجھے قوی اندیشہ تھا کہ وہ دونوں دریا کی نذر ہوچکے ہیں لیکن خدائے کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں محفوظ رکھا اور وہ مجھے مل گئے۔

رات کی تاریکی ہزار ہولناکیاں لے کر وارد ہوئی۔ ہر طرف لاشیں پھیلی ہوئی تھیں۔ بارش ہونے لگی۔ تاریکی کا یہ عالم کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ کتے بھونک رہے تھے۔ بجلی کے بار بار کڑکنے سے فضا اور بھی ہولناک ہورہی تھی۔ بجلی کی چمک بھیانک حقیقتوں پر رہ رہ کر روشنی ڈالتی تھی اور وحشت زدہ انسانوں کو اور بھی ڈرا رہی تھی۔ اس روشنی میں دور کہیں مویشی کھڑے نظر آتے تو عورتیں چلانے لگتیں: لو وہ جتھا آ گیا۔

(راوی: مظہر الدین مظہر)

تین سو عورتیں اغوا ہو گئیں

جب ضلع انبالہ میں سکھوں کے منظم حملوں سے ضلع بھر میں دہشت پھیل گئی تو تحصیلداروں، ذیلداروں اور دوسرے سرکاری کارکنوں سے اعلان کرادیا گیا کہ مسلمان فلاں تاریخ کو مارچ کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اس طرح کوٹ بلا اور جھویوالہ میں کوئی پندرہ بیس ہزار مسلمان جمع ہو گئے۔ پندرہ بیس ہزار مسلمانوں کا یہ قافلہ جس میں نو سو کے قریب بیل گاڑیاں تھیں، چھ میل میں پھیلا ہوا تھا...... یہ قافلہ اصغر پور کے قریب دریائے مارکنڈہ کو عبور کر رہا تھا کہ اس پر سکھوں اور ہندوؤں کے ایک جم غفیر نے ہلہ بول دیا تھا۔ قافلے والوں نے حملہ آوروں کو پتھر مار کر بھگا دیا اور انہی کے ہاتھوں سے تلواریں چھین چھین کر انہیں قتل کر دیا ہندوؤں پر مبنی جاٹ ملٹری حملہ آوروں کا تعاقب کرنے کے بہانے سے کھیتوں میں جا کر چھپ گئی اور پوزیشن لے کر قافلے پر گولیاں برسانے لگی، مشین گنوں اور برین گنوں کے منہ کھول دیئے گئے۔ فائرنگ کی آواز ساڈھورہ میں سنائی دے رہی تھی۔ صبح سات سے شام ۳ بجے تک اندھادھند گولیاں چلتی رہیں۔ اندازہ ہے کہ اس قتل عام میں چار ہزار سے چھ ہزار تک مسلمان مارے گئے۔ تین سو سے زیادہ عورتیں اغوا کر لی گئیں۔ پانچ سو کے قریب مسلمان بھاگ کر ساڈھورہ پہنچے جن میں اکثر زخمی تھے۔ قافلے کا پچھلا حصہ واپس کالے انب چلا گیا۔ ساڈھورہ کے مسلمانوں نے ان تباہ حال بھائیوں کی بہت خدمت کی۔ پانچ چھ ہزار مسلمان کالے انب کو واپس چلے گئے تھے۔ وہ ایک ہفتہ وہاں رہے۔ اتنے دن انہیں کھانا میسر نہ آسکا اور لوگ پتے اور گھاس کھا کھا کر بسر اوقات کرتے رہے۔ انہیں ایک خاص کنوئیں سے پانی پینے کی اجازت تھی۔ اس میں زہر ملا دیا گیا اور لوگ پیچش اور اسہال کے امراض میں مبتلا ہو گئے۔ ایک ہفتے بعد ان سب کو ساڈھورہ لایا گیا۔ وہاں ان کے امراض نے ہیضے کی صورت اختیار کر لی اور ایک ماہ کے اندر اندر دس ہزار مسلمان لقمۂ اجل ہو گئے۔ (راوی: سید محمد محسن الدین)

خون آشام بھیڑیئے

۲/ اگست ۱۹۴۷ء کی رات کے بارہ بجے گوہانہ کے شمال مشرق میں کچھ چیخیں سنائی دیں۔ پھر مغرب سے بھی چلانے کی آوازیں آئیں۔ اس کے بعد گلی کوچوں میں آدمی دوڑتے بھاگتے معلوم ہوئے۔ میں نے باہر نکل کر لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ گوہانہ اور گردونواح کے سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ہے۔ گوہانہ تین طرف سے گھر چکا ہے۔ فلاں فلاں محلے میں بہت سے مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ کئی مکان نذر آتش کر دیئے گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اپنی گلی میں قدم رکھا ہی تھا کہ تین گرانڈیل آدمی مکان میں داخل ہوتے ہوئے نظر آئے اور میرے پہنچتے پہنچتے انہوں نے میرے چار بچے اور دو لڑکیاں ذبح کر ڈالیں۔ مجھے دیکھ کر ایک غنڈہ میری طرف جھپٹا میں نے لپک کر اس کا نیزہ چھین لیا۔ دوسرے بدمعاش نے بڑھ کر مجھ پر برچھی سے وار کیا جس سے میرا بازو زخمی ہو گیا۔ تیسرے خونخوار نے میری والدہ اور بیوی کا کام تمام کیا۔ چونکہ میں زخم کھا کر گر پڑا تھا۔ اس لئے یہ تینوں بھیڑیئے مجھے چھوڑ کر مکان کے اندر داخل ہو گئے اور مال و اسباب لوٹنے لگے۔ گھر کے تمام بچے اور عورتیں شہادت پا چکے تھے۔ میں زخم کے درد سے الگ تڑپ رہا تھا۔ جب ذرا ہوش آیا تو رینگتا، سرکتا باہر نکلا۔ دیکھا گلیاں لاشوں سے اٹی پڑی ہیں، ہر طرف خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ اس دلدوز نظارے سے میں پھر بے ہوش ہو گیا۔ لیکن ہمارے محلے کے ایک بزرگ نے مجھے گرتا دیکھا تو دوڑ کر میرا بازو تھاما اور کھینچتا گھسیٹتا مکئی کے کھیت میں لے گیا۔ میرے زخم پر پٹی باندھی، منہ میں پانی ڈالا، چہرے پر چھینٹے دیئے اور اس طرح مجھے ہوش میں لا کر کہا ''امین! میں بھی گھر بار لٹا کر نکلا ہوں۔ اب اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں کہ ہم پاکستان کا رخ کریں اور پیدل چل کر وہیں جائیں۔'' یہ کہہ کر ان بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس طرح ہم گردش ایام کی سختیاں سہتے ایک ماہ گیارہ روز تک پیدل چل کر پاکستان پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ (راوی: محمد امین)

قتل عام...... دلخراش داستان

ہمارا گھر کھر کودہ نامی بستی میں تھا، جو دہلی سے شمال مغرب میں ۲۸ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پندرہ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد ہندو اور سکھ بلوائیوں نے ہمارا محاصرہ کرلیا۔ ہم نے مقابلے کی تیاری کی، لیکن شدید بارش ہوئی اور ہمارا سامانِ جنگ ناکارہ ہوگیا، جس کی وجہ سے اہل بستی پر مرگ کا سناٹا طاری ہوگیا۔ بڑوں میں باہم صلاح مشورے ہوئے۔ طے پایا کہ فوری طور پر قافلہ بنائیں اور دہلی کی طرف بھاگ نکلیں۔ بستی سے دو ڈھائی میل کے فاصلے پر جب قافلہ بارش میں بھیگتا ہوا، کیچڑ میں لت پت، نہر گوپال پور کے پل پر سے گزرنے لگا تو دشمن کے گھڑسوار دستوں نے اچانک نمودار ہوکر روک لیا۔ حکم ہوا نہر کے ایک کنارے مرد قطار باندھ کر کھڑے ہوجائیں۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ برقع پوش خواتین نے حسب حکم اپنے اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ دوسرے کنارے پر قطار باندھ لی۔ تب فائرنگ کا حکم ہوا۔ اجتماعی قتل وقتال کا سلسلہ شروع ہوا۔ بہت سے مقتولین نہر کے سیلابی پانی میں ڈبکیاں کھانے لگے۔ جو عقبی میدان کی طرف بھاگے، ان کا تعاقب کیا گیا اور بیچ میدان میں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ قافلہ سخت جاں آن کی آن میں نرم و نازک پھول کی پتیوں کی طرح بکھر گیا۔ جن دو چار کی قسمت میں پاکستان کے باشندے بننا لکھا تھا، وہ بچ گئے۔

میں زخمی حالت میں ہی کھڑے ایک (گنے کے کھیت) میں چھپ گیا۔ کئی روز چھپا رہا اور وہ ڈراؤنا منظر اپنی ان بدنصیب آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ بے شمار گدھ، چیلیں، کوے اور کتے جانے کہاں سے آ آ کر وہاں جمع ہوگئے تھے۔ یہ سب مل کر پاکستانیوں کو بھنبھوڑ رہے تھے۔ اُن کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔ اُن کی ہڈیاں چبا رہے تھے۔ چچا، تایا، ماموں، خالو، خالائیں، پھوپھیاں، بھانجے، بھتیجے، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں تمام انسانی رشتوں نے اپنی اپنی قربانی دے دی تھی۔ وہ ہولناک اور دلسوز منظر ایک غلاف تھا۔ ایک چھلکا تھا جس کے اندر زندگی ملفوف ہوکر رہ گئی۔ اس کے بعد دنیا کا ہر منظر، ہوا کا جھونکا اور سورج کی دھوپ بھی اس غلاف سے چھن کر ہی میرے حواس تک پہنچ سکی۔ (راوی: سید قاسم محمود)

ایک ہولناک منظر

میرا تعلق پانی پت سے ہے، تقسیم کے بعد ہمارا گھرانہ بھی ایک قافلے کے ہمراہ پاکستان کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس قافلے کا سفر صرف دن میں ہوتا۔ مغرب سے پہلے کسی کھلی جگہ پر کھڑا ہوجاتا اور فوجی جوان اور چند نوجوان رات کو پہرہ دیتے۔ میں زیادہ تر چھت پر اپنے والد کے ساتھ بیٹھا رہتا۔ میں نے جلے ہوئے مکان، بے گور و کفن مردوں، عورتوں، لڑکیوں اور بچوں کی لاشیں بڑی تعداد میں دیکھیں۔ بیل گاڑیوں، پیدل اور کچھ بسوں اور ٹرکوں کے قافلوں پر بھی نظر پڑی۔ ایک منظر یاد آنے پر آج بھی میرا دل ہل جاتا ہے۔ ایک دریا کے پل سے جب ہماری بس گزر رہی تھی تو پل کے ایک کونے پر بڑی تعداد میں ننگی لاشیں ایک کونے میں اس طرح جمع تھیں جس طرح گند وغیرہ دریا میں بہہ کر آتا ہے اور پل کے ساتھ تیز بہاؤ کی وجہ سے ایک کونے میں جمع ہوجاتا ہے۔ اس میں ایک عورت کی لاش جس نے سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا، ان لاشوں کے عین درمیان پڑی تھی۔

(راوی: میجر ادریس)

تڑپتی لاشیں......دلسوز آہیں

ہمارا گھر پٹیالہ میں تھا۔ چھ ستمبر کا دن میرے لئے چھ ستمبر ۶۵ء کے دن کی طرح ایک یادگار ہے۔ ۱۴ اگست کے اعلان آزادی کے بعد پٹیالہ کے مسلمان ظلم واستبداد کی چکی میں اس بری طرح پیسے گئے کہ اس کی یاد دلوں سے مٹ نہ سکے گی۔ میرے والد صاحب پولیس افسر ہونے کے باوجود مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں پوری طرح ساتھ تھے، چنانچہ ہندوؤں میں انہیں ''مسلم لیگی،، کہا جاتا تھا۔ فسادات شروع ہوئے تو مسلمان پولیس کو غیر مسلح کر دیا گیا۔ گردونواح میں قتل وغارت کا بازار تو دیر سے گرم تھا۔ لیکن پٹیالہ شہر کی باری آخر میں آئی۔ شہر میں کرفیو لگا ہوا تھا اور سکھ فوج مسلمانوں کے محلوں میں گھس کر گھر گھر گولیاں چلانے لگی۔ ڈیڑھ ہفتے میں شہر کے اندر کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ہم ایک گھر سے نکل کر دوسرے اور تیسرے میں پناہ لیتے ہوئے بالآخر ایک ایسے مکان میں پہنچے، جہاں تقریباً دوسو مرد عورتیں پہلے سے موجود تھیں۔ چھ ستمبر کی صبح آٹھ بجے کے قریب اس مکان پر حملہ ہوا۔ سکھ ملٹری نے افسر کے حکم پر مشین گن سے فائر کیا۔ نہتے لوگ چند منٹ میں خاک وخون میں لوٹنے لگے میرے بازو میں گولی لگی تو میں لاشوں کے درمیان ہی چپکے سے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فضا میں گولیوں کی سنسناہٹ تھم گئی۔ اب صرف تڑپنے والوں کی آہیں سنائی دے رہی تھیں۔ والد صاحب کی لاش مجھ سے چند فٹ کے فاصلے پر تھی۔ میں سمجھا وہ ختم ہو چکے ہیں، لیکن تھوڑی دیر بعد انہوں نے ''پانی'' کہا۔ مکان کے اس کونے سے جہاں پٹرول چھڑک کر آگ لگانے کی کوشش کی گئی تھی مگر آگ نہ لگ سکی تھی، والدہ کراہتے ہوئے اٹھیں اور ابا جان کو پانی دیا۔ میں خاموشی سے سن رہا تھا۔ مجھے اپنی تکلیف کا احساس تک نہ تھا۔ والد صاحب امی سے کہہ رہے تھے ''دیکھنا اپنے آپ کو سکھ درندوں کے حوالے نہ کرنا، اس سے بہتر ہے کہ خود کو ہلاک کر لینا اور دیکھو موت کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی، میری جان بڑی آسانی سے نکل رہی ہے۔ یہ بھی سن لو کہ یہ ظالم کتنے ہی ظلم کر لیں، پاکستان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، پاکستان میں انشاءاللہ لا الہ الا اللہ کی حکومت قائم ہو کر رہے گی اور، ہاں...... بچے کہاں گئے؟...... پاکستان زندہ باد...... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

عام حالات ہوتے تو شاید قیامت برپا ہو جاتی، لیکن اس وقت نہ والدہ روئیں نہ میری آنکھ سے کوئی آنسو ٹپکا۔ بس یہ ہوا کہ اس کے بعد مجھے خود اپنی تکلیف کا بھی احساس ہونے لگا، گویا میں اب زخمی ہوا ہوں۔ اسی حالت میں لاشوں کے درمیان ایک رات بسر کرنے کے بعد دوسرے دن بمشکل اٹھا اور مکان سے باہر بازار میں نکل آیا، قلعے کا چوک سامنے تھا۔ چوک کے عین درمیان کسی مسلمان دوشیزہ کی لاش چند لمبے بانسوں کے سہارے الٹی لٹکی ہوئی تھی اور اس پر بڑے سے کاغذ پر سرخ الفاظ میں ''پاکستان زندہ باد'' لکھا تھا۔ یہ منظر کبھی بھی میرے ذہن سے محو نہیں ہو سکتا۔ (راوی: گوہر صدیقی)

وہ نظارہ میں بھلا نہیں سکتی ....

تقسیم کے اعلان کے بعد میں اپنی ساس، سسر اور تین بچوں کے ہمراہ پاکستان کی طرف روانہ ہوئی۔ ہم پاکستان کی طرف جانے والی ایک ریل میں سوار ہو گئے۔ گاڑی میں جا کر میری ساس نے ایک بوری نکالی۔ اسمیں تین چار سوراخ کیئے۔ کہنے لگی ''اس ڈبے میں چھ لڑکیاں اور بوری میں بند ہیں۔ دیکھ اگر ہندو سکھ کرپان ماریں تو آواز نہ نکالنا، ورنہ وہ تجھے بے آبرو کر دیں گے، اٹھا کر لے جائیں گے۔،،

بوری میں ڈال کر ازار بند سے منہ باندھا اور مجھے سیٹ کے نیچے ٹھونس دیا۔ میرے آگے لوہے کا ٹرنک تھا۔ اس پر بستر رکھا تھا۔

مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ بوری میں جانے کب سے بند ہوں اور یونہی مر جاؤں گی۔ پھر گاڑی میں ہندو اور سکھ گھس آئے۔ سامان پھینکنے کی آوازیں آئیں۔ آخر میں کسی نے زور سے ٹرنک گھسیٹا اور بوری پر لات ماری۔ اتنے میں کھڑکی سے آواز آئی ''نیچے آ جاؤ، گاڑی چل پڑی ہے، اور مال موجود ہے،، جاتے جاتے کسی بدبخت نے دوبارہ بوری میں کرپان ماری۔ میری ران اور پنڈلی زخمی ہو گئی۔ خون بہنے لگا میں نے منہ میں ڈوپٹہ ٹھونس لیا تھا۔ درد کی لہر سارے جسم میں تھی۔ پھر مجھے ہوش نہیں آیا۔

مجھے ہوش آیا تو میں فرش پر پڑی تھی۔ میری ساس گھسیٹ کر مجھے نکال رہی تھی۔ باہر نکل کر میں نے گہرے گہرے سانس لئے۔ دیکھا کہ لاہور اسٹیشن پر کئی بوریاں پڑی تھیں اور ان میں سے کچھ لڑکیاں مر بھی چکی تھیں۔ وہ نظارہ میں بھلا نہیں سکتی۔ بوریاں دیکھ کر مجھے وہ سب کچھ یاد آ جاتا ہے۔ (راوی: اجو بوا)

اول انعام یافتہ تقریر

دعوت و تبلیغ میں حکمت

عتیق الرحمٰن جامعہ الصفہ کراچی

حقیت میں دین الٰہی وہ شجرۂ طیبہ ہے جسکی جڑوں کو ثابت رکھنے اور اسکی شاخوں کو آسمان تک پہنچانے کیلئے ''دعوت و تبلیغ'' سے اسکی آبیاری ضروری ہے' یہ ایک اجتماعی فرض کفایہ ہے' اور اسی مقدس مشن کی وجہ سے اس امت کو ''خیر امت'' کہا گیا'' بلّغوا عنی ولو آیة " جیسے ارشاد سے ماخوذ یہ وہ اصول ہے جسے اپنا کر ویرانۂ ہستی کو رشکِ بہار کیا جا سکتا ہے' دعوت کی حقیقی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں اگر اللہ رب العزت تیرے ذریعے ایک آدمی کو بھی ہدایت دیدیں تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے' یقیناً دعوت ایک فکری و عمرانی تقاضا ہے جسکی اساس ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر پر ہے' مگر اس تقاضے کے ایفا کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دعوت' حکمت کے ساتھ ہو' ادع الی سبیل ربک بالحکمة اور دعوت جب حکمت کے سانچے میں ڈھل جائے تو اسکے قبول کرنے کیلئے مخاطب کے دل کا دروازہ کھل جاتا ہے' کیونکہ اس کارگر نسخے کے پیچھے وقل لعبادی یقول التی هی احسن کا نورانی فرمان کارفرما ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن مرہ عینی کو جب اپنے قبیلے کی طرف دعوتی مہم کیلئے بھیجا تو اسی اسلوب کی تلقین فرمائی' علیک بالرفق و القول السدید' حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کو قبول اسلام کے بعد فرمایا' ارجع الی قومک' فادعهم' وارفق بهم 'اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ اور انہیں دعوت دو لیکن انکے ساتھ نرمی اختیار کرو'

دعوت میں حکمت کیا ہے؟ یہ سوال حل کرنے کیلئے دعوت و تبلیغ میں حکمت کے تمام عناصر اور اسکی صفات کا جائزہ لینا پڑے گا' چنانچہ

حکمت کا اولین پہلو یہ ہے کہ دعوت قولِ لیّن کے ذریعے ہو' یہ وہ اسلوب ہے جسکی تلقین اللہ نے انبیاء سے بھی فرمائی' فقولا لہ قولا لیناً لعله یتذکر اویخشٰی

حکمت کا دوسرا پہلو۔ داعی کا انداز باوقار ہونا چاہئے' وقل لهم فی انفسهم قولا بلیغا

حکمت کا تیسرا پہلو۔ دعوت میں ترغیب و ترہیب کا اہتمام ہونا چاہئے۔

حکمت کا چوتھا پہلو۔ دعوت کیلئے ماحول سازگار ہو

حکمت کا پانچواں پہلو۔ دعوت میں ''یسّروا ولاتعسّروا '' کے مقتضی پر عمل ہو۔

حکمت کا چھٹا پہلو۔ آغازِ کلام نکاتِ اختلاف سے نہیں بلکہ نکاتِ اتفاق سے ہونا چاہئے' تعالوا الی کلمة سواءٍ بیننا و بینکم

حکمت کا ساتواں پہلو۔ دعوت میں شریعت کے تمام احکامات کا بوجھ

مخاطب کی گردن پر نہ ڈالا جائے۔

حکمت کا آٹھواں پہلو۔مخاطب کے معاشرتی وسیاسی مقام ومرتبے کی رعایت کی جائے۔

حکمت کا نواں پہلو۔فتویٰ بازی اورفلسفہ طرازی سے پرہیز کیا جائے۔

حکمت کا دسواں پہلو۔دعوت میں اختصار کوملحوظ رکھا جائے۔

حکمت کا گیارواں پہلو۔ دعوت میں جبر واکراہ سے اجتناب کیا جائے' کیونکہ دین میں کوئی جبرنہیں'لا اکـراہ فی الدین

داعی کی دعوت اگر حکمت کی ان صفات سے مزین ہوتو جادۂ منزل کے متلاشیوں کوسراغ راہ مل جائے گا' اور وہ محسوس کریں گے کہ اسلام کوئی تنگ نظر مذہب نہیں بلکہ ایک فکری' عمرانی اورروحانی آستانہ ہے۔

جہاں مایوسیاں امید کے سانچوں میں ڈھلتی ہیں
جہاں ڈوبی ہوئی قسمت کے تارے پھر ابھرتے ہیں

یہاں ایمان ملتا ہے' یہاں تقدیر بنتی ہے
یہاں بگڑے ہوئے دنیا کے آ آ کر سنورتے ہیں

جدید ذرائع ابلاغ سے متعلق بحث کرنے سے پہلے یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ اس وقت عالمی سطح پر تین قسم کے ذرائع استعمال ہورہے ہیں' پریس' ریڈیو اورٹی وی پہلے دونوں قسم کے ذرائع ایسے ہیں' جو کسی نہ کسی حد تک اسلام کے اولین دور کے نظائر سے ہم آہنگ ہیں' آج کا کالم نگار یا مضمون نویس جب پریس میڈیا کے ذریعے منکرات وفواحش سے اجتناب کرتے ہوئے لوگوں تک اپنی دعوت پہنچاتا ہے تو وہ درحقیقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس مبارک سنت کا احیاء کرتا ہے' کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خطوط کے ذریعے سربراہانِ مملکت کو دین کی دعوت دیا کرتے تھے' جنکی اصلی روح اسلِمْ تسلَمْ ہوا کرتی تھی' اسی طرح اگر ریڈیو کے وضعی وتخلیقی مقصد کو دیکھا جائے اور اسکی فواحش ومنکرات سے صرف نظر کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسکا وضعی وتخلیقی مقصد آواز کو دور دور تک پہنچانا ہے اور ایسے ذرائع پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی استعمال فرمائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اونٹنی پر سوار ہوکر خطبہ دینا درحقیقت آواز کو دور دور تک پہنچانے کیلئے تھا' ایسے نظائر سامنے آنے کے بعد ان ذرائع کے استعمال اوران کے جواز میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ علماء کرام چند حدود وقیود کے ساتھ انکے جواز پر متفق ہیں' ان ذرائع کو استعمال کرتے وقت دعوت کو تجارت نہ بنایا جائے' ان اجری الا علی اللہ رب العالمین

جبکہ ٹی وی ذریعہ ابلاغ ایک معـــرکۃ الآراء مسئلہ ہے جس پر حضرات اکابر کا اجتہادی اختلاف جاری ہے' عدم جواز کے قائلین حضرات اکابر کا نکتۂ نظریہ ہے کہ اس میں تصویر استعمال ہوتی ہے جو شرعاً ممنوع ہے' اسلامی چینل کھلنے سے لوگوں کو ٹی وی رکھنے کی دلیل مل جائے گی' اورفسق وفجور میں مشغول ہوجائیں گے' ٹی وی کی ساخت ہی لہوولعب کیلئے ہے جبکہ جواز کے قائلین کا نکتۂ نگاہ یہ ہے کہ اس میں استعمال ہونے والی تصویر ڈیجیٹل کیمرے سے ہے اور ایسی تصویر کی حرمت میں شبہہ ہے' پرنٹ میڈیا کے اسلام مخالف الزامات کا جواب پرنٹ میڈیا کے بغیر ناممکن ہے' بے شک ٹی وی کے زہر کو ٹی وی کے ذریعے ختم نہیں کیا جاسکتا لیکن کم تو کیا جاسکتا ہے' ٹی وی ایک عالمی ذریعۂ ابلاغ ہے جسے استعمال میں لاکر اسلام کا پیغام پوری دنیا تک پہنچایا جاسکتا ہے' علماء کرام کا یہ اختلاف جاری ہے مگر یہ حقیقت چڑھتے سورج کی طرح واضح ہے کہ حضرات اکابر اپنے اپنے مؤقف میں مخلص ہیں' اور جہاں اخلاص کی روح پائی جاتی ہے اس کام کا کوئی نہ کوئی انجام ہوا کرتا ہے' لہٰذا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ بزرگان دین آنے والے دنوں میں دعوتی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی نہ کسی فیصلے پر اتفاق کرلیں گے' اور یہ عقدہ بھی حل ہوجائے گا۔

شبِ گراں بھی گزر جائے گی سحر ہوگی
رہِ وفا میں یہ منزل بھی ہم سے سر ہوگی

تسخیرِ قلوب کا فن

زیر نظر تقریر پر دارالعلوم کراچی کے طالب علم عبدالسمیع نے صوت الاسلام کے تحت تقریری مقابلے میں دوسری پوزیشن حاصل کی

دعوت اسلام کی راہوں میں کانٹے بھی ہیں پھول
آپ اس میں حکمت نبوی کو پیہم کیجئے
دل میں انسانوں کی الفت کے جلاکر دیپ روز
ذکر توحید و رسالت مل کے ہر دم کیجئے
مرتبے کو دیکھ کر بس کیجئے سب سے سلوک
آتشی لہجے کے شعلوں کو بھی مدھم کیجئے
کھا کے پتھر سن کے کڑوی گفتگو بھی آنجناب
ڈالئے ماتھے پہ بل نہ چشم پر نم کیجئے

دعوت وتبلیغ کی ضرورت واہمیت کو سمجھنے کے لئے اگر اطراف عالم پہ نظر ڈالیں تو ہمیں دکھائی دے گا کہ آج انسانیت نظام ہائے کفر و باطل کی ریشہ دوانیوں سے مضطرب' بے چین اور پریشان ہے' منافقانہ سیاست' معاشی استحصال' ملکی اور بین الاقوامی دہشت گردی' قتل وقتال اور جنگ وجدال کے بھیانک مناظر اور آپس کی لامتناعی لڑائیوں نے انسانوں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے' ہر طرف ظلم وستم کی ایک آگ ہے جو مسلسل جلتی جارہی ہے' وحشت وبربریت کا ایک سیل رواں ہے جو مسلسل بڑھتا جارہا ہے' نفرت وتشدد کا ایک لاوا ہے جو مسلسل پکتا جارہا ہے اور انسانیت سراپا التجا بن کر دیدۂ خونبار سے ایسے نظام کی طرف دیکھ رہی ہے جو حقیقی معنوں میں انسانیت کا محافظ بن کر دنیا کو امن وسکون' راحت وآرام' عدل وانصاف' اخوت ومساوات اور محبت والفت کا گہوارہ بنا سکے' مگر ایسا نظام انسانیت کی نظروں سے اوجھل ہے' ان حالات میں ہمارا فرض ہے کہ ہم دعوت وتبلیغ میں نبوی حکمت عملی سے روشنی حاصل کرتے ہوئے ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی أحسن کے پیکر بن کر ومن یوتی الحکمة فقدا وتی خیر اکثیرا کا مصداق بن کر بلغوا عنی ولو آیه کی حسین تفسیر بن کر وقولا له قولا لینا کا پیغمبرانہ طرز اپنا کر یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا کے فرمان پر عمل پیرا ہو کر انسانیت کو یہ پیغام دیں کہ آیئے! ہمارے پاس ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جسکی آغوش میں آپکے تمام مسائل کا حل موجود ہے' ایسا نظام ہے جو منافقانہ سیاست' معاشی استحصال' قتل وقتال اور دہشت گردی سے پاک ہے' ایسا بدر منیر ہے جسکی ٹھنڈی روشنی آپکی آنکھوں کے آنسو دھو کر ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا سکتی ہے ایسا خورشید منور ہے جسکا نور ظلم کی تاریکیوں کا خاتمہ کرتا ہوا عدل کے ہمہ گیر اور آفاقی تصور کو جنم دیتا ہے اگر انسانیت سکون کی متلاشی ہے تو منزل دور نہیں گنبد خضراء کی فضائیں آج بھی اعلان کر رہی ہیں

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کردے

سب سے پہلے دعوت میں نیت حق' بات حق اور طریقہ حق ہونا نہایت ضروری ہے پھر دعوت وتبلیغ میں حکمت بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے' حکمت کے بغیر دعوت وتبلیغ کا فریضہ ریت پر دائرے بنانے اور پانی پر لکیریں کھینچنے کے مترادف ہے اگر آپ وادی بطحا کی طرف نگاہ دوڑائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری دعوت حکمت وموعظت کے سانچے میں ڈھلی دکھائی دیتی ہے' دعوت میں حکمت نبوی کا پہلا اصول فرمان رسول الدین النصیحه ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ عامۃ الناس کی خیر خواہی دلوں میں رکھ کر دعوت دی جائے دعوت میں حکمت نبوی کا دوسرا اصول فرمان رسول انزلوا الناس منازلهم

ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے مراتب کا لحاظ رکھ کر دعوت دی جائے بادشاہ کو بادشاہ کے مرتبے کے مطابق، رعایا کو رعایا کے مراتب کے مطابق، عوام کو عوام کے مراتب کے مطابق، خواص کو خواص کے مراتب کے مطابق، امیر کو امیر کے مرتبے کے مطابق، غریب کو غریب کر مرتبے کے مطابق دعوت دی جائے' دعوت میں حکمت نبوی کا تیسرا اصول فرمان رسول یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا ہے جسکا مقتضی یہ ہے کہ دعوت میں لوگوں کے حالات دیکھ کر آسانی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے خوشخبری سنا کر دعوت دی جائے تنگی پیدا کرنے اور نفرت دلانے سے حتی الامکان بچا جائے دعوت میں حکمت نبوی کا چوتھا اصول فرمان رسول الیوم یوم المرحمہ ہے جسکا منشاء یہ ہے کہ جب داعی غالب آجائے تو نرمی کا معاملہ اختیار کرے سراپا رحم بن کر دعوت دے سختی یا انتقام کا خوگر نہ بنے، دعوت میں حکمت نبوی کا پانچواں اصول تالیف قلب کے طور پر مال دینا ہے اور اکرام کرنا ہے تاکہ لوگ آپ کے خلوص اور ہمدردی سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں یہ پانچ اہم اصول ہیں اور ان اصولوں کے تحت تحمل' بردباری' رواداری، وسعت ظرفی اور فراخ دلی جیسی سینکڑوں جزئیات ہیں جو دعوت میں حکمت کی پیشانی کا مہکتا جھومر ہیں' جنہیں اپنا کر تسخیر قلوب کا فن حاصل ہو جاتا ہے اور دعوت اسلام کی منزل بہت قریب دکھائی دینے لگتی ہے۔

عصر حاضر میں دعوت وتبلیغ کا میدان پہلے کی نسبت بہت وسیع ہو چکا ہے' جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کو اس میں اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہو چکی ہے' جدید ذرائع ابلاغ میں دو قسم کا میڈیا استعمال ہو رہا ہے الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا۔ آج امت مسلمہ کے رجالِ دعوت وتبلیغ کو اس میدان میں اتر کر اس شعبے کو جدید خطوط پہ استوار کرتے ہوئے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو اسلام کی تبلیغ کے حوالے سے مؤثر طور پر استعمال کرنے کی منظم منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔

عصر حاضر میں اخبارات میں کالم لکھ کر اور نظریاتی بیانات جاری کر کے دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کیا جا سکتا ہے' ریڈیو پر اصلاحی بیانات کے ذریعے اس مقدس فرض سے سبکدوش ہوا جا سکتا ہے' آڈیو سی ڈیز اور کیسٹوں کو دعوت وتبلیغ میں ذریعے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں اسلام کی دعوت عام کی جا سکتی ہے' اسلامی ویب سائٹس کے ذریعے دنیا کو اسلام کے حقیقی پیغام سے روشناس کرایا جا سکتا ہے۔

لیکن دعوت کے مقدس فریضے کی ادائیگی کرتے ہوئے' ہمیں حکمت نبوی کے پانچوں اصولوں سے سبق حاصل کرنا ہوگا' شریعت کی حدود کی مکمل پابندی کرنا ہوگی۔

عشق تسلیم و رضا کے ماسوا کچھ بھی نہیں
گر نہ ہو انکی اطاعت پھر وفا کچھ بھی نہیں

اِختلافِ رائے اور اس کا احترام

زیر نظر تقریر پر جامعہ الصفہ کے طالب علم شاہد الاسلام نے صوت الاسلام کے تحت تقریری مقابلے میں تیسری پوزیشن حاصل کی

جفا وجور کی دنیا سنوار دی ہم نے
زہے نصیب کہ ہنس کر گزار دی ہم نے
کلی کلی ہمیں حیرانیوں سے تکتی ہے
کہ پت جھڑ میں صدائے بہار دی ہم نے

محترم علماء کرام طلباء عظام' جماعتِ خاص وعام!

میں آج اُس بجھتی ہوئی شمع کو اُکسانے جا رہا ہوں جس سے کبھی شام اودھ کے سہانے دھندلکے روشن تھے لیکن عصبیت کی تیز وتند آندھیوں سے اس کی لو کچھ اس طرح بجھ کر رہ گئی کہ پھر عرصہ دراز تک ایوان اسلام کے در و دیوار پر اس کا رقص نظر افروز نہ ہو سکا۔

سامعین ذی قدر! رب ذوالمنن نے جب اس عالم رنگ وبو کو وجود بخشا تب نیرنگی و بوقلمونی کی خلعت زیبا سے اسے مزین کیا اور پھر تغیر وتبدل' تضاد وتفاوت کی گردش پر اس طرح متحرک کیا کہ جہاں شہزادہ خاور اپنے ماتھے پر نور کا جھومر سجا کر ضوفگن ہوتا ہیہوتا ہے تو وہاں رات بھی تاریکی کا لبادہ اوڑھے اسکے تعاقب میں رہتی ہے' جہاں جان لیوا خ بستہ ہواؤں کے جھکڑ ہیں تو بادِ صبا کے خوشگوار جھونکے بھی ہیں' کانٹوں کی ایذارسانی ہے تو پھولوں کی خوشنمائی بھی ہے' قصہ مختصر عالم رنگ وبو تضادات واختلافات کا مجموعہ ہے' اسی تغیرِ عالم اور نیرنگی زمانہ ہی کا اثر ہے کہ فطرۃ قوی بشریہ بھی مختلف ہیں نتیجتاً آراء میں اختلاف ایک فطری امر ہے' اختلاف رائے ابتداء عالم سے ہی چلا آ رہا ہے جسکی واضح مثال سلیمان اور داؤد علیہما السلام کے درمیان متعدد فیصلوں میں اختلاف ہے جسکی حق تعالیٰ نے ''ففهمناها سليمان وكلاً اتينا حكماً و علما'' فرما کر کی۔ آراء میں اختلاف صدیقی وفاروقی رائے میں بھی غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں ہوا تھا

چنانچہ آپ ﷺ نے بغیر نکیر کئے دونوں کی مدح فرمائی اور فرمایا ابوبکر تیری مثال ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے، جنہوں نے فرمایا ''فمن تبعه فانه منّی و من عصانی فانک غفور الرحیم ''۔عمر تیری مثال نوح علیہ السلام جیسی ہے۔جنہوں نے فرمایا ''رب لاتذر علی الارض من الکا فرین دیارا ''ان جلیل القدر خلفاء کا اختلاف مانعین زکوٰۃ کے بارے میں بھی ہوا تھا تیسری مرتبہ چوری کرنے والے کے بارے میں بھی ہوا تھا' دادے کی میراث' اُم ولد کی بیع غرض بیسیوں مسائل میں اختلاف ہوا تھا' ان کے بعد تابعین اور ائمہ مجتھدین کے اختلافات کا ایک لامتناہی سلسلہ تاریخ کے اوراق میں جلی حروف کے ساتھ موجود ہے جو ممدوح اور امت کیلئے مفید ہیں مگر تُف ہے عقل و خرد کے کوروں پر یہ لوگ حقائق شرع کو کیا جانیں اگر یہ اختلاف نہ ہوتا تو حدیث مقدس ''لن تجتمع امتی علی الضلالة '' کے مطابق حق ایک طرف منحصر ہو کر رہ جاتا اگر اختلاف رائے کی افادیت پوچھنی ہے تو صاحبِ بصیرت عمر بن عبدالعزیز سے پوچھئے ''ماسرّنی لو انّ اصحاب محمد لم یختلفوا لانهم لولم یختلفوا لم تکن رخصة'' علامہ زرقانی شرح المواہب میں رقم طراز ہیں اجتہادی مسائل میں اختلاف امت پر رحمت ہے، وسعت ہے، نعمت ہے ،واقعتاً اسلام نے اختلاف رائے کا حق دیکر تاریکی میں اجالا کر دیا۔

سارے نشیب سب فراز اس کی ضیا سے

نور نور

اس نے مٹائی تیرگی بخشی تمام

روشنی

ذی وقار سامعین!

جہاں اسلام نے اختلاف رائے کا حق دیا ہے تو وہاں اسکی کچھ حدود بھی مقرر کی ہیں۔ چنانچہ اسلام درس دیتا ہے کہ اختلافِ رائے میں ''لاتنازعوا'' کیوں؟اس لئے کہ ''فتفشلوا و تذهب ریحکم'' آراء میں اختلاف پیدا کر کے منتشر نہ ہوجانا بلکہ ''واعتصمو ابحبل الله جمیعا ''تب ہی تو اسلام ''انما المومنون اخوة'' کا درس دیکر سب کو ایک پلیٹ فارم مہیا کر کے جسد واحد قرار دیتا ہے' اختلاف رائے میں بات بڑھنے لگے تو اسلام ''ادفع بالتی هی أحسن '' کا حسین اصول فراہم کرتا ہے فریقین میں سے خاموشی اختیار کرنے والے کو ''من صَمَتَ نجا'' کے ذریعے نجات کا سٹرفکیٹ مہیا کرتا ہے۔

شستہ تقاریر و تحریرات سے رائے زنی کرنے کے بجائے تاریخ کے دریچے میں جھانک کر مودت کے اعلیٰ شاہکار صحابہ کرام کو دیکھو کہ قصاص عثمان پر معاویہ و علی شدید اختلاف کے باوجود معاویہ قسم کھا کر فرماتے ہیں ''علی مجھ سے بہتر اور افضل ہیں'' مرقدِ امام اعظم پر امام شافعیؒ مرتبت امام عالی مقام کے احترام میں اپنا مسلک افضلیت ترک کر دیتے ہیں حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ سیاسی اختلافات کے باوجود اپنی مجلس میں حکیم الامت کے خلاف بات سننا تک گوارا نہیں کرتے' مذہب اسلام پر میں سو جان سے شیدا کہ جس نے اختلاف رائے کی حدود قائم کر کے دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دیا۔

سنوارا ہے میرے مذہب نے ایسے گلشن ہستی
زمانہ یاد رکھے گا مرے مذہب کے احسان کو

تربیت علماء کورس

جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نوجوان علماء کرام کی رہنمائی کا عظیم سلسلہ

مجلس صوت الاسلام پاکستان کے زیر اہتمام جدید فضلاء اور علماء کرام کیلئے ڈیزائن کئے گئے تربیت علماء کورس کے دوسرے بیج کیلئے داخلوں کا اعلان کر دیا گیا ہے اور پہلا بیج جدید نوعیت کے ایک سالہ کورس کی تکمیل کر کے فارغ ہو گیا ہے جنکی دستار بندی کی تقریب عید الفطر کے بعد منعقد کی جائیگی

ابو اُسامہ فاروقی

تربیت علماء کورس کے پہلے بیج میں مختلف جامعات کے فارغ التحصیل چاروں صوبوں اور شمالی علاقہ جات سے تعلق رکھنے والے 115 علماء کرام کو داخلہ دیا گیا تھا جنہوں نے ایک سال میں انتھک محنت کی اور لگن سے اسباق میں حصہ لیا مختلف اہم ترین عنوانات پر لیکچرز کیلئے ماہر اساتذہ پروفیسرز، دانشور، صحافی اور اکابر علماء تشریف لائے۔ مختلف عنوانات پر مکالمے اور مباحثے کرائے گئے، حالات حاضرہ کے مطابق علماء کرام کی بہترین ماحول میں تربیت کا اہتمام کیا گیا۔

اس کورس کو تمام ماہرین فن نے وقت کا اہم تقاضا اور ضرورت قرار دیا ہے افادیت کو دیکھتے ہوئے مجلس صوت الاسلام نے دوسرے بیج کے داخلوں کا اعلان کیا ہے۔

اللہ رب العزت کی ذات عالیہ پر یقین کامل ہے کہ وہ ان علماء کرام کو دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائیں گے اور عالم اسلام کو درپیش فکری و نظریاتی چیلنجز کا اپنی بساط کے مطابق مقابلہ کر سکیں گے۔

مجلس صوت الاسلام اپنے قیام کے وقت سے ہی تبلیغی و دعوتی سرگرمیوں میں حتی الوسع مصروف عمل ہے، معاشرے کی اصلاح و تعمیر اس کا بنیادی ہدف ہے ہم علماء کرام کے معاشرے کی تعمیر میں قائدانہ کردار کے ہمیشہ سے متمنی رہے ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں تو معاشرے کی اصلاح کا کام بھی ان ہی کے سپرد ہے۔ ہم شروع سے یہ چاہتے تھے کہ معاشرے میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ہمارے نوجوان ان سے باخبر بھی ہوں اور نت نئے فتنے جو سر اٹھا رہے ہیں سب سے پہلے ہم ان سے واقفیت حاصل کریں۔ پھر ان کے سدباب کی طرف جائیں ہمارے مدارس کی تعلیم ماشاء اللہ بہت عمدہ ہے نظام بہت عمدہ ہے مگر معاشرے سے علماء کا تعلق کم سے کم ہوتا جا رہا ہے اور جب معاشرے سے کٹ کر ہم زندگی گزارتے ہیں تو ظاہر سی بات ہے کہ معاشرے میں بہت سی خامیاں ہیں وہ ہماری نظروں میں نہیں آتیں۔

ہمیں علماء اور معاشرے میں بہت بڑا ایک خلا نظر آ رہا تھا ہم یہ چاہتے تھے کہ اس تعلق کو دوبارہ سے جوڑا جائے تو بہت عرصے سے ہمارے ذہن میں تھا کہ ایسا کوئی منصوبہ شروع کیا جائے، بالآخر اللہ کے فضل سے مجلس صوت الاسلام اس میں کامیاب ہو گئی کہ علماء کرام کیلئے ''تربیت علماء کورس'' شروع کر دیا گیا۔ تو اس کورس کا بنیادی نقطہ یہی ہے کہ علماء داعی ہیں، اسلام کے ترجمان ہیں اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام الناس کی تربیت اور اصلاح کریں۔ تو اس تربیت اور اصلاح کیلئے سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ ہم یہ معلوم کریں کہ ہمارے معاشرے کے جو نوجوان یا عوام ہیں کا طرز فکر کیا ہے ان کے مسائل کیا ہیں ان کی ضروریات کیا ہیں اور وہ علماء سے کیا توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ جب ہم یہ جانیں گے تو انہی سے کام لے کر اپنی اصلاح کا جو پہلو ہے اسے شروع بھی کر سکتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں جا کر گھر بھی بنا سکتے ہیں۔ اپنی بات انہیں سمجھا سکتے ہیں بس یہ بنیاد ہے جس کی وجہ سے یہ کورس شروع کیا اور الحمد للہ بہت کامیابی حاصل ہوئی اور علماء میں بہت بڑی تبدیلی محسوس کی گئی۔

یہ کورس عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ تھا، پڑھائے جانے والے عنوانات میں سے چند یہ ہیں:

☆ سماجی مسائل ☆ مذہبی مسائل ☆ عالم اسلام کے بنیادی مسائل
☆ تاریخ جغرافیہ ☆ صحافت ☆ فرقہائے باطلہ کا علمی وفکری تعاقب
☆ اصول تفسیر ☆ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کا تعارف اور عملی مشق
☆ اصول فقہ اور دور حاضر میں اس کی تدریس کے تقاضے
☆ اصول حدیث، حجیت حدیث اور منکرین حدیث کے عزائم
☆ اسلامی نظام معیشت اور بینکاری نظام ☆ دعوت و تبلیغ علیٰ منہاج النبوہ
☆ مغربی دانشوروں اور مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات

جیسے اہم موضوعات شامل کئے گئے تھے۔ ہم اپنے نوجوان ساتھیوں اور علماء کرام سے یہ ضرور کہنا چاہیں گے کہ معاشرہ ہمارا منتظر ہے اور اصلاح ہماری ذمہ داری ہے تو پھر ہمیں لوگوں سے یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ وہ ہم تک آ کر اپنا مقصد حاصل کریں بلکہ ہمیں خود لوگوں کے پاس جانا چاہئے جب ہماری ذمہ داری ہے تو ہمیں آگے بڑھ کر لوگوں کی اصلاح کا کام کرنا چاہئے۔

صحافت کی دنیا میں ایک نئی مگر باوقار آواز — علمی وفکری، اصلاحی اور معلوماتی مجلّہ

نٓ قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ القرآن

کراچی

ہفت روزہ

صدا

زیرسرپرستی : حضرت مولانا مفتی محمد محی الدین صاحب دامت برکاتہم

☆ چار رنگین صفحات اور کل 8 صفحات پر مبنی ہفت روزہ ”صدا“ پڑھنا نہ بھولیے۔

☆ ہر جمعہ کو آپ کے ہاتھ میں نیا ”صدا“ ہونا ضروری ہے۔

کیونکہ ...... ہفت روزہ ”صدا“ میں

☆ ہفتہ بھر کی اہم ترین خبریں ☆ عالم اسلام کے مسائل پر بحث ☆ فکر انگیز تجزیے

☆ اہم شخصیات کے انٹرویوز ☆ تحقیقی مضامین، کالم اور فیچرز پڑھنے کو ملیں گے

☆ دینی مدارس کالجز اور یونیورسٹی کے طلباء کی سرگرمیوں کو نمایاں کوریج دی جائے گی۔

ہفت روزہ ”صدا“ خود بھی پڑھیے اور دوسروں تک بھی پہنچایئے۔

E-1/A ایگزیکٹو فلور گلاس ٹاور تین تلوار کلفٹن کراچی فون : 4-5639673 - 021 فیکس : 5639676 - 021

اپنے قریبی ہاکر سے یا براہ راست ہم سے طلب کیجئے

ہمارا مشن

عہد حاضر کے تقاضوں کو سمجھ کر حکمت کے ساتھ دین کی دعوت

عالم اسلام کو درپیش فکری و نظریاتی چیلنجز کا مقابلہ

اعلانِ داخلہ

تربیت علماء کورس 2009

تربیت علماء کورس کے پہلے بیج 2008 میں 115 علماء کرام شریک ہوئے، پہلے بیج کی زبردست کامیابی، خاطر خواہ نتائج بہترین پذیرائی اور عہد حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر دوسرے بیج 2009 کیلئے داخلوں کا اعلان کیا جاتا ہے۔

ہر شریک کورس کے لئے ماہانہ 3500 روپے اسکالرشپ

شرائط داخلہ

۱) وفاق المدارس العربیہ سے درجہ عالمیہ میں ممتاز یا جید جداً کی حیثیت میں سند حاصل کی ہو۔

۲) عصری تعلیم + انگلش میں مہارت اور کمپیوٹر جاننے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

۳) سال ۱۴۲۸+۱۴۲۹ھ میں فارغ التحصیل ہونے والے علماء کو ترجیح دی جائے گی۔

۴) جائزہ امتحان میں کامیابی ضروری ہے، داخلے کیلئے کوئی سفارش قابل قبول نہ ہوگی۔

۵) حالات حاضرہ پر نظر اور عالم اسلام کے مسائل کے ادراک کا جذبہ ہو۔

نوٹ: قبائلی علاقہ جات، سندھ اور بلوچستان کے پسماندہ علاقوں کے علماء کرام کے لئے شرائط میں کمی کی جاسکتی ہے

طریقۂ کار

☆ 6 نومبر 2008ء تک داخلہ فارم حاصل کر کے مطلوبہ کوائف کے ہمراہ جمع کرانا ہوگا۔

☆ داخلہ فارم کے ہمراہ 3 عدد پاسپورٹ سائز تصاویر

☆ قومی شناختی کارڈ کی کاپی

☆ اسناد (دینی و عصری) کی کاپی ضرور لف کیجئے اور اصل اسناد بھی ہمراہ لانا ضروری ہے۔

داخلے کی مکمل تفصیلات اور پراسپیکٹس کیلئے مرکزی دفتر سے رابطہ فرمائیں

مجلس صوت الاسلام

خیابان رومی کلفٹن بلاک 5 کراچی
021-5873321